نمبر ۱۲۷ | ۹ محرم الحرام ۱۳۵۳ھ | یوم سہ شنبہ | مطابق ۲۴ اپریل ۱۹۳۴ء | جلد ۲۱

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی صاحبزادی امۃ الرشید بیگم صاحبہ کے متعلق ۲۱۔ اپریل کی اطلاع آمدہ از لاہور مظہر ہے۔ کہ ان کی طبیعت ابھی خراب ہے۔ درد کم ہے۔ لیکن بخار زیادہ ہے۔ غالباً پیر کے دن اپریشن ہوگا۔ احباب صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔ حضور لاہور میں ہی رونق افروز ہیں ؛

۲۰۔ اپریل بعد نماز جمعہ سالِ نو کے لئے لوکل انجمن کے عہدیداران کے انتخاب کے لئے جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے کے زیر صدارت اجلاس عام منعقد ہوا۔ جس میں جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی پریذیڈنٹ منتخب ہوئے ؛

دھاریوال میں ۲۱-۲۲ اپریل عیسائیوں سے مختلف مضامین پر کامیاب مناظرہ ہوا۔ مولوی جلال الدین صاحب شمس ہماری جماعت کی طرف سے مناظر تھے۔ مرکز سے بہت سے احباب مناظرہ سننے کے لئے گئے ؛

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

عیسائیت پر تین زبردست اعتراض

فرمایا "مریم کی ماں نے عہد کیا تھا۔ کہ وہ بیت المقدس کی خدمت کرے گی۔ اور تارکہ رہے گی۔ نکاح نہ کرے گی۔ اور خود مریم نے بھی یہ عہد کیا تھا کہ میں ہیکل کی خدمت کروں گی۔ باوجود اس عہد کے پھر وہ کیا بلا اور آفت پڑی۔ کہ یہ عہد توڑا گیا۔ اور نکاح کیا گیا۔ ان تاریخوں میں جو یہودی مصنفوں نے لکھی ہیں۔ اور باتوں کو چھوڑ کر ہی اگر دیکھا جائے۔ تو یہ لکھا ہے۔ کہ یوسف کو مجبور کیا گیا۔ کہ وہ نکاح کرے۔ اور اسرائیلی بزرگوں نے اسے کہا۔ کہ ہر طرح تمہیں نکاح کرنا ہوگا اب اس واقعہ کو مدنظر رکھ کر دیکھو۔ کہ کس قدر اعتراض واقعہ ہوتے ہیں ؛

اوّل جب عہد باندھا گیا تھا۔ تو پھر خدا کی ماں اور نانی نے اپنے عہد کو کیوں توڑا؟

دوم جبکہ عیسائیوں کے نزدیک کثرت ازدواج زناکاری ہے۔ تو وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ کہ یوسف کی پہلی بیوی بھی تھی۔ اور مریم دوسری بیوی تھی۔ کیا وہ اپنے آپ یہ الزام اپنی مقدس کنواری پر قائم نہیں کرتے ؟

سوم جبکہ حمل ہو چکا تھا۔ تو پھر حمل میں نکاح کیوں کیا گیا؟

یہ تین زبردست اعتراض ہیں۔ جو اس پر ہوتے ہیں"

(الحکم ۲۴۔ اپریل سنہ ۱۹۰۲ء)

اخبار احمدیہ

شیخ احمد اللہ صاحب کی نوشہرہ سے روانگی

شیخ احمد اللہ صاحب ہیڈ کلرک کنٹونمنٹ بورڈ نوشہرہ چھاؤنی ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد ۱۵-اپریل ۳۳ء کو لاہور روانہ ہوئے اپنی جماعت کے احباب کے علاوہ دیگر شرفاء بھی ریلوے سٹیشن پر الوداع کہنے کو موجود تھے خاکسار مرزا غلام حیدر وکیل۔ امیر جماعت احمدیہ نوشہرہ چھاؤنی۔

تبلیغی پاکٹ بک کی ضرورت

ریاست رام پور میں تبلیغ کے سلسلہ میں خادم صاحب کی پاکٹ بک کی چار جلدیں فوراً درکار ہیں۔ دوست مجھے بھیجدیں۔ کیونکہ بازار میں نہیں ملتی۔ نیا ایڈیشن شائع ہونے پر واپس کر دونگا۔ امید ہے۔ احباب توجہ فرمائیں گے۔ خاکسار ذوالفقار علی خاں پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ ریاست رام پور۔

درخواست ہائے دعا

۱۔ میں کچھ عرصہ سے گلے کی بیماری میں مبتلا ہوں۔ میری صحت۔ نیز میرے برادر ایم خان زمان کی کامیابی کے لئے احباب دعا کریں۔ خاکسار دوست محمد خان۔ ایم اے۔ بی ٹی۔ فانشکا (۲) میرے والد صاحب اور چھوٹا بھائی سخت بیمار ہیں۔ دعائے صحت کی جائے۔ عاجز عبدالکریم کشمیری۔ قادیان۔ (۳) میں اپنے ضلع میں تبادلہ کے لئے محکمانہ کوشش کر رہا ہوں۔ کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔ خاکسار محمد عبداللہ۔ چکوال (۴) میرے بیٹے عظمت اللہ نے ایف اے کا امتحان دیا ہے۔ کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔ خاکسار زینب۔ قادیان (۵) عزیزم منور احمد بہت بیمار ہے صحت کے لئے دوست دعا کریں۔ خاکسار محمد شفیع۔ احمدی۔ شہر سیالکوٹ۔ (۶) میرا بھائی بیمار اور جنرل ہسپتال ہے دعائے صحت کی جائے۔ خاکسار فتح محمد از کراچی۔ (۷) میرے لڑکوں کی ترقی روزگار و کامیابی امتحان کے لئے دعا کی جائے۔ خاکسار محمد حسن۔ برنالہ (۸) میرا لڑکا بیمار ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔ خاکسار غلام محمد خان۔ بنگہ (۹) خاکسار عرصہ سے بیمار ہے۔ دعائے صحت کی درخواست ہے۔ خاکسار صوبیدار محمد خان از پکینسر۔ (۱۰) ہمارے ایک دوست جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے بہت عقیدت ہے۔ کی امتحان ایف اے میں کامیابی کیلئے احباب سے دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار محمد شفیع مسٹر لکنہ

(۱۱) میری امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔ خاکسار محمود احمد از ہبلول پور۔ (۱۲) میرے بچے کی امتحان میں کامیابی کے لئے دوست دعا کریں۔ خاکسار کریم بخش از بجاگو بھٹی۔

اعلانِ نکاح

(۱) ۲۷۔ذی الحجہ میاں احمد حسین صاحب کا عقد مسماۃ کبرا بیگم بنت سیٹھ محمد خواجہ صاحب مرحوم کے ساتھ بعوض مہر ایک ہزار سکہ عثمانیہ اور ایک دینار پر مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نے احمدیہ جوبلی ہال میں بعد نماز عصر پڑھا۔ خاکسار محمد حسین از حیدرآباد (۲) محمد ابراہیم ولد مہندا۔ ساکن جنگل بانبیاں کا نکاح کلثوم بنت عبدالغنی ساکن گرکھو وال چک ۱۲۱ ضلع لائلپور کے ساتھ دوسو روپیہ مہر پر جناب حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی نے پڑھا۔ احباب دعا فرمائیں۔ کہ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔ خاکسار عبدالغنی۔ (۳) نصیر بیگم بنت میاں فتح الدین صاحب کا نکاح شیخ محمد صالح ولد شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم لاہور کے ساتھ بعوض مبلغ دو ہزار روپیہ مہر مولوی عبدالواحد صاحب مبلغ کشمیر نے ۲۰۔مارچ ۳۳ء کو پڑھا خاکسار حکیم خواجہ کرم داد از جموں۔

ولادت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خاص دعاؤں سے میرے گھر میں نرینہ اولاد پیدا ہوئی۔ یہ ولادت میرے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی دعاؤں کی قبولیت کا ثبوت ہے۔ احباب مولود کیلئے دعا عمر درازی فرمائیں۔ خاکسار رکن الدین

دعائے مغفرت

۱۔ عبداللہ خان صاحب سوداگر بازار میدن ۱۲-اپریل کو انتقال کر گئے۔ دعائے مغفرت کی جائے۔ خاکسار عبدالمعبود بازار میدن برہما
(۲) ۱۵-اپریل اہلیہ چوہدری عبدالرحیم صاحب کا انتقال ہوگیا۔ دعائے مغفرت کیجائے۔ خاکسار دولت خان از کالکہ گڑھ۔

بارہ ہزار روپیہ کی فوری ضرورت

ساٹھ ہزار روپیہ قرض کی جو تحریک کی جارہی ہے اور جس میں اس وقت تک کئی اصحاب نے معقول رقوم دی ہیں۔ اس کے متعلق احباب سے گزارش ہے۔ جن اخراجات کے پیشِ نظر یہ تحریک کی گئی ہے ان کے لئے بارہ ہزار روپیہ کی فوری ضرورت ہے۔ یہ رقم زیادہ سے زیادہ ۲۵-اپریل تک پہونچ جانی چاہیئے۔ پس وہ احباب جو اپنی سابقہ رقوم میں اضافہ فرما سکتے ہوں۔ یا جنہوں نے ابھی تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ ان سے گزارش ہے۔ کہ اپنی ضروریات کو تھوڑے عرصہ کے لئے ملتوی کر کے بھی روپیہ ارسال فرمائیں۔ مثلاً جو اصحاب قادیان میں مکان بنانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ وہ فی الحال اپنے ارادہ کو ملتوی کر کے کافی رقم قرضہ کی تحریک میں دے سکتے ہیں۔ بہرحال ۲۵-اپریل تک بارہ ہزار روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ احباب کوشش فرمائیں۔ کہ یہ رقم پوری ہو جائے۔

خاکسار فرزند علی۔ ناظر امور عامہ قادیان

بجٹ پورا کرنے کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تاکید

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مشاورت ۱۹۳۳ء میں بجٹ کے متعلق اپنی تقریر میں فرمایا کہ

"صحیح طریق عمل یہ ہے۔ کہ ہر جماعت کے متعلق طے کر لو۔ اس کے لئے کتنا چندہ ادا کرنا واجب ہے۔ اگر وہ جماعت اس رقم کے تعین کے متعلق کوئی اپیل نہیں کرتی۔ اور معقول وجوہات پیش کر کے کم نہیں کرا لیتی اور پھر اسے پورا نہیں کرتی بغیر کسی معقول وجہ کے۔ تو جو کچھ باقی رہتا ہے وہ اس پر قرض ہے۔ جو اُسے ادا کرنا چاہیئے یہ طریق عمل یا تو بجٹ کی کمی کو پورا کر دے گا۔ یا منافقین کو جماعت سے جدا کر دے گا"

اسی تقریر میں بجٹ طاقت کے مطابق ہونے کے بارے میں فرمایا:-

"بجٹ طاقت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ مگر کونسی طاقت۔ کیا آپ لوگ خدا تعالیٰ کو یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ چونکہ ہم میں سے پچاس فیصدی چندہ نہیں دیتے تھے۔ اس لئے ہم نے آمد و خرچ میں کمی کر دی۔ خدا تعالیٰ کہیگا۔ کیا تم نے چندہ نہ دینے والوں سے چندہ لینے کی کوشش کی اور اس کے لئے اپنی انتہائی کوشش صرف کر دی۔ اس کا آپ لوگوں کے پاس کیا جواب ہے۔ کیا کوئی جماعت ایسی جو یہ بتائے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ جو شخص تین ماہ تک چندہ نہیں دیتا۔ وہ میری جماعت سے خارج ہے۔ اس کے مطابق اس نے چندہ نہ دینے والوں کا معاملہ پیش کیا۔ باتیں کرنی آسان ہیں۔ لیکن کام کرنا مشکل ہے۔ آپ لوگوں نے طاقت استعمال ہی نہیں کی۔ پھر طاقت سے کام کس طرح بڑھ گیا۔ یہ ایک چیز تھی ہمارے پاس جس سے کام لیا جا سکتا تھا۔ مگر اس سے کام نہیں لیا گیا۔ ایسے نادہند جماعتوں میں موجود ہیں۔ جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جماعت سے خارج قرار دے چکے ہیں۔ لیکن تم لوگ ان کے ڈر کی وجہ سے۔ اُن کے لحاظ کے باعث۔ اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی شرم سے انہیں اپنے ساتھ رکھتے ہو۔ اور پھر کہتے ہو کہ چندہ وصول کرنے میں ہم نے پوری کوشش کر لی۔ اس بارے میں تم غلطی پر ہو اور یقیناً غلطی پر ہو۔ یہ کوشش باقی ہے۔ ان نادہندوں کے پاس جاؤ۔ جو احمدی کہلا کر چندہ نہیں دیتے۔ انہیں بتاؤ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حکم ہے۔ پھر بھی اگر وہ کہیں کہ نہیں دیتے۔ تو ان کا معاملہ میرے سامنے پیش کرو۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ جو علام الغیوب ہے۔ اس کے سامنے تم جواب دے سکتے ہو"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

59

الفضل

نمبر ۱۲۷ | قادیان دارالامان مورخہ ۹ محرم ۱۳۵۳ھ | جلد ۲۱

مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں ہندوؤں کی جبریہ دست اندازی

اجودھیا میں ہندوؤں کے ہولناک مظالم

عید کو ماتم بنانے والے ہندو

عید اضحےٰ مسلمانوں کی ایک نہایت اہم اور نہایت مقدس مذہبی تقریب ہے۔ اور اس موقعہ پر ان جانوروں میں سے جن کا گوشت اسلام نے اپنے پیروؤں کے لئے حلال قرار دیا ہے۔ کسی کی قربانی کرنا ایک مذہبی فریضہ ہے۔ جسے اپنی استطاعت کے لحاظ سے ادا کرنا ہر مسلمان اپنے لئے باعث ثواب اور موجب اجر سمجھتا ہے لیکن جب سے ہندوؤں میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہوا ہے۔ جو زور اور جبر کے ساتھ مسلمانوں کو کچلنے اور انہیں نقصان پہنچانے کے منصوبے باندھتا رہتا ہے۔ اس وقت سے دوسرے فسادات کے علاوہ جو مسلمانوں کو جانی و مالی نقصانات پہنچانے کی خاطر ہندوؤں کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ قریباً ہر سال کسی نہ کسی مقام پر قربانی کے مذہبی فریضہ میں بھی دست اندازی کر کے مسلمانوں کے لئے ان کی عید کو ماتم بنا دیا جاتا ہے۔ اور ان پر ایسے ایسے مظالم توڑے جاتے ہیں۔ جو وحشت اور درندگی کی انتہا کو پہنچے ہوتے ہیں:

مذہب میں دست اندازی

کوئی عقل و سمجھ رکھنے والا انسان اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ مسلمان بھی ہندوستان کے ایسے ہی باشندے ہیں۔ جیسے ہندو۔ اور مسلمانوں کو بھی ہندوستان میں رہنے کا ویسا ہی حق حاصل ہے جیسا کہ ہندوؤں کو۔ اور جب ہندوستان کے متعلق مسلمان ان تمام حقوق کے مستحق ہیں۔ جو کسی ملک کے باشندوں کو اپنے وطن کے متعلق حاصل ہونے چاہئیں۔ اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں۔ کہ ان کے کسی مذہبی معاملہ میں دست اندازی کرے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ جو لوگ اس قسم کی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ اس بات کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ کہ ان کے نزدیک مسلمانوں کو ہندوستان میں مذہبی آزادی نہیں دی جا سکتی۔ اور جو بات ہندوؤں کو پسند نہ ہو۔ خواہ مسلمانوں کے نزدیک مذہبی لحاظ سے کتنی ہی ضروری اور اہم کیوں نہ ہو اسکے کرنے کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر مسلمان اسے اپنا مذہبی فرض سمجھ کر کریں۔ تو اس کی پاداش میں ہندوؤں کو حق پہنچتا ہے۔ کہ انہیں قتل کر دیں۔ ان کے گھروں کو جلا دیں۔ ان کا مال و اسباب لوٹ لیں۔ ان کے معابد کی تذلیل کریں۔ انہیں گرا دیں۔ غرض کہ وحشت اور بربریت کا جس قدر بھی شرمناک سے شرمناک مظاہرہ کر سکیں۔ کریں۔

غور طلب سوال

اب غور طلب سوال یہ ہے۔ اور تمام ان لوگوں کے لئے جو ہندوستان کی ترقی۔ اور آزادی کے خواہاں ہیں۔ قابل غور ہے۔ کہ جس ملک کی ایک اہم اقلیت پر اکثریت رکھنے والے لوگ اس درجہ مظالم روا رکھیں۔ اس قدر ان کے حقوق غصب کریں۔ اور اس طرح ان کے مذہبی معاملات میں دست اندازی کریں۔ وہاں کبھی امن قائم ہو سکتا ہے اور ایسا ملک ترقی کی طرف قدم بڑھا سکتا ہے۔ یہ تو ہندوؤں کے لئے ناممکن ہے۔ کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دیں۔ جب دور دراز سے آنے والے مٹھی بھر مسلمانوں کو ہندوؤں کے ٹڈی دل لشکر اور بڑی بڑی حکومتیں اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھ ہندوستان میں فاتحانہ داخل ہونے سے نہ روک سکیں۔ اور نہ انہیں نکال سکیں تو آج جبکہ خدا تعالےٰ کے فضل سے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد سات آٹھ کروڑ کے قریب ہے۔ کیونکر ممکن ہے۔ کہ ہندو محض چند کروڑ زیادہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو ہندوستان سے جلاوطن کر دیں۔ مسلمان یقیناً ہندوستان میں رہیں گے۔ اور ہندوستان میں ہی اپنے مذہبی فرائض ادا کریں گے۔ پھر جو لوگ اس لئے ان پر ظلم کرتے ہیں۔ کہ ان سے مذہبی آزادی چھین لیں۔ وہ نہ صرف انسانیت کو خیرباد کہہ رہے ہیں۔ بلکہ ہندوستان کے امن کو برباد کر کے اپنے وطن کے سخت غدار اور دشمن ثابت ہو رہے ہیں:

حیرت

اگرچہ قطعاً ناممکن ہے۔ کہ جب تک مسلمانوں پر اس قسم کا ظلم و ستم روا رکھا جائے۔ اس وقت تک ہندوستان ایک قدم بھی آزادی کی طرف بڑھا سکے۔ لیکن حیرت ہے۔ کہ ہندوستان کو کامل آزادی دلانے کے بڑے بڑے دعویداروں۔ اور مہذب اقوام میں اپنے آپ کو شمار کرنے والوں نے کبھی ہندوؤں کی ان چیرہ دستیوں کی طرف توجہ نہیں کی۔ جو آئے دن مسلمانوں پر کرتے رہتے ہیں۔ اور نہ ان مظالم کے انسداد کی طرف کبھی متوجہ ہوئے ہیں۔ جن کا نشانہ مسلمانوں کو عید اضحےٰ کے موقعہ پر کسی نہ کسی جگہ بنایا جاتا ہے:

اجودھیا کا حادثہ

اس قسم کے چھوٹے چھوٹے حادثات سے تو شائد ہی کوئی سال خالی گزرتا ہو۔ لیکن تھوڑے سے عرصہ کے بعد کسی ایسے مقام کو منتخب کر کے جہاں مسلمانوں کی آبادی قلیل ہو۔ ایک خاص سازش کے ماتحت ہر قسم کے انتظامات کے ساتھ مسلمانوں پر دھاوا بول دیا جاتا ہے۔ اور ان پر ایسے ایسے مظالم کئے جاتے ہیں جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ گزشتہ عید اضحےٰ کے موقعہ پر جہاں کئی ایک اور مقامات پر ہندوؤں نے مسلمانوں کو جبراً فریضہ قربانی کی ادائیگی سے روکنے کی کوشش کی۔ اور ان پر تشدد روا رکھا۔ وہاں اجودھیا میں ایک منظم سازش کے ماتحت کشت و خون۔ اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اور جوں جوں اس حادثہ سے متعلق حالات نہایت معتبر ذرائع سے روشنی میں آ رہے ہیں۔ ہندوؤں کی وحشت اور درندگی زیادہ سے زیادہ وضاحت کے ساتھ ظاہر ہو رہی ہے۔ جیسا کہ ذیل کے بیانات سے ظاہر ہے:

جنرل سکرٹری مسلم لیگ کا بیان

آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سکرٹری جناب حافظ ہدایت حسین صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ بیرسٹر نے حال میں موقعہ کا معائنہ کرنے کے بعد جو بیان گورنمنٹ یو۔ پی کو بھیجا۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:۔

"میں مسلمانان فیض آباد کی دعوت پر ۸ر اپریل کو اجودھیا گیا۔ اور مقامی لیڈروں کی معیت میں میں نے ہندوؤں کے وہ غارتگرانہ مظالم دیکھے۔ جو انہوں نے گزشتہ فساد میں مسلمانوں کی جان و مال پر ڈھائے۔ میں نے مسجد بھی دیکھی۔ اور خون سے رنگین وہ فرش بھی جہاں عبدالرحیم کو قتل کیا گیا۔ میں نے مسجد کے قریب وہ جھونپڑی بھی دیکھی۔ جہاں نواب شاہ کو قتل کر کے جلایا گیا۔ میں نے وہ مکان بھی دیکھا۔ جہاں پر گپو کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہندوؤں نے نذر آتش کیا۔ میں نے وہ مقام بھی دیکھا۔ جہاں حاجی نورے کی بیوی کو گھسیٹ کر ہلاک کیا گیا۔ میں نے دو درجن سے زائد مسلمانوں کے خاکستر مکانات اور بابری مسجد کے نقصانات بھی دیکھے۔ اور مختلف اسلامی بستیوں میں ہندوؤں کی وحشت و بربریت کی نشانیاں بھی دیکھیں"

اس کے بعد حافظ صاحب موصوف نے اس سازش اور منصوبہ کی تفصیلات بیان کی ہیں جس کے ماتحت مسلمانوں کو قتل و غارت کا نشانہ بنایا گیا۔ اور اسی سلسلہ میں متعلقہ ہندو حکام کی لاپرواہی اور دیدہ دانستہ کوتاہی پر روشنی ڈالی ہے۔ اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔

بیان کی اہمیت

ظاہر ہے۔ کہ یہ بیان جو ایک ذمہ دار شخص نے حکومت کو بھیجا۔ اس میں کسی قسم کے مبالغہ اور خیال آرائی کا دخل نہیں ہو سکتا۔ پھر اس میں جن نقصانات کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ وہی ہیں جنہیں حکومت نے اپنے اعلان میں اور صوبہ کے ہوم ممبر کنور جگدیش پرشاد نے اپنے بیان میں تسلیم کیا ہے۔ البتہ حافظ صاحب نے کسی قدر اس پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ کہ مسلمانوں کو کیسے ظالمانہ اور سفاکانہ طریق پر قتل کیا گیا ان کی لاشوں کے ساتھ کیسا شرمناک سلوک کیا گیا۔ اور ایک مسلمان عورت کو کس طرح موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

ایک مشہور کانگرسی مولوی صاحب

ابھی اجودھیا کی کسی قدر زیادہ وضاحت مشہور کانگرسی مولوی حسین احمد صاحب صدر مدرس دیوبند نے اپنے بیان میں کی ہے قبل اس کے کہ ہم ان کے بیان میں سے کچھ اقتباس پیش کریں۔ یہ بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب موصوف بالفاظ "انقلاب" (۲۰ اپریل) "ان مسلمانوں میں سے نہیں ہیں۔ جنہیں ہندو فرقہ پرست کہا کرتے ہیں۔ بلکہ آپ نے ہمیشہ کانگرس کا ساتھ دے کر قید کیا کاٹیں۔ اور ہندوؤں کے ساتھ تعاون کرنے میں مسلمانوں کی جانیں کا کو بٹھانے سے کبھی پرہیز نہیں کیا۔" اب مولوی صاحب کے بیان کا وہ حصہ پیش کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے شاہی مسجد کی تباہی و بربادی کا ذکر کیا ہے۔

مولوی حسین احمد صاحب کا بیان

مولوی حسین احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

"ٹوٹی ہوئی مسجد سلطنت مغلیہ کے بانی اول بابر رحمۃ اللہ علیہ پر چونکہ پہرہ ہے۔ اور پولیس کسی کو وہاں تک جانے نہیں دیتی۔ بنا بریں جناب حافظ عبد الحکیم صاحب اور مولوی احسن اللہ صاحب وغیرہ حضرات نے ڈپٹی کمشنر فیض آباد سے چھ شخصوں کے معائنہ کرنے کی اجازت لے لی تھی میں بمعیت دیگر حضرات اسٹیشن سے موٹر پر اجودھیا پہونچا۔ اور بمعیت پولیس مسجد مذکورۃ الصدر اور دیگر مقامات پر گیا۔ حالانکہ یہ شاہی مسجد بہت بڑی اور نہایت مضبوط بنائی ہوئی اسی زمانہ سے اب تک موجود ہے۔ اس کے کسی حصہ پر آجتک ادنے درجہ کی شکست و ریخت کا اثر نمودار نہ تھا۔ مگر میں نے جو منظر دیکھا نہایت ہولناک اور جگر و سینہ کو پاش پاش کرنے والا تھا مسجد کے اندرونی حصہ منبر وغیرہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں۔ اس میں سے وہ پتھر جس پر شہنشاہ بابر کا نام و تاریخ وغیرہ درج تھا۔ اور وہ منبر میں نصب تھا۔ فنا کر دیا گیا ہے۔ محراب کے پاس تمام لکڑی اور فرش کے سامان جمع کر کے مع قرآن شریف و سیپارہ وغیرہ جلا دئے گئے ہیں جس کی راکھ اور سیاہی ابھی تک دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس قدر دھواں ہوا ہے۔ کہ دیواریں سیاہ پڑ گئی ہیں۔ سنگی کے ٹوٹے توڑ دیئے گئے ہیں۔ ستونوں کو کھود دیا گیا ہے۔ مگر استواری کی وجہ سے کامیابی نہیں ہوئی۔ مسجد کے اوپر چھت کی دیواریں توڑ ڈالی گئی ہیں۔ مضبوط اور نہایت استوار گنبدوں کو توڑا گیا ہے۔ جنوبی گنبد میں بڑے بڑے کئی بھٹ (وسیع سوراخ) کر دیئے گئے ہیں۔ بیچ کے گنبد کو بھی بہت زیادہ نقصان پہنچایا گیا ہے۔ شمالی گنبد کو اگرچہ نقصان پہونچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر اس میں اندر تک اثر نہیں پہونچا ہے۔ گنبدوں کے آگے کی دیوار جو کہ مسجد کے سامنے کا حصہ ہے۔ اوپر سے مسمار کر دی گئی ہے۔ نیز وہ دیوار جو کہ مسجد کے احاطہ کی ہے۔ اس کا بالائی۔ اور کہیں کہیں سے زیریں حصہ بھی مسمار کر دیا گیا ہے۔ مسجد کا بالائی پیچھے کا حصہ بھی مسمار کیا ہوا ہے۔ مسجد کے دروازے کی ڈاٹ بھی اوپر سے مسمار کر دی گئی ہے میں نے ان سفاک اور ظالم درندوں کی ناشائستہ حرکات کا اس قدر نقصان اس مقدس مسجد میں دیکھا۔ کہ صوبہ بہار کے زلزلے سے مونگیر اور اس طرف کی مساجد میں اس قدر شدید نقصان نہ دیکھا تھا۔ علاوہ بریں یہ وحشیانہ کارنامے فقط مسجد ہی کے ساتھ نہیں کئے گئے۔ بلکہ قبور بھی کثرت توڑی گئیں۔ ان سب کا ملبہ وہیں پڑا ہوا ہے جس طرح کہ ملبہ مسجد کے اندرونی اور بیرونی حصہ کو بھرے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی دو یا تین مسجدوں کو نقصان پہونچایا گیا ہے۔ مگر اس مسجد کو بہت زیادہ نقصان پہونچایا گیا ہے۔ مسجد کی استواری اور ملبہ کی کثرت اور عمارت کی شکست و ریخت دیکھ کر یقین ہوتا ہے۔ کہ یہ سفاکانہ حرکت دس پندرہ منٹ کا کام نہیں۔ اور نہ دس بیس آدمیوں کا کام ہے۔ بلکہ جیسا کہ معروف ہے۔ تقریباً چار پانچ گھنٹہ تک سینکڑوں درندوں کی غیر انسانی حرکات کا نتیجہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ان لوگوں کا قصد یہ تھا۔ کہ بارود کے ذریعہ سے اس کی دیواروں۔ اور بنیادوں کو اڑا دیا جائے۔ چنانچہ جب پولیس پہونچی۔ تو بڑی مقدار میں ان کے پاس بارود پائی گئی۔ یہ بھی یقین کرنا ضروری ہے۔ کہ جن لوگوں نے مسجد کے ڈھانے کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ وہ پہلے سے کسی مکمل سازش میں منسلک تھے جس کی بنا پر ہر قسم کے آلات ہدم و ریخت پہلے سے مہیا کر لئے گئے تھے۔ اور ان کے لئے بڑی بڑی ہستیاں ان کی پشت پناہی کر رہی تھیں۔ اسی کے ساتھ متعدد مقامات پر دور دور مسلمانوں کے بہت سے مکانات بھی جلے ہوئے پائے" (الجمعیۃ ۱۶ اپریل)

تمام مسلمانان ہند میں غم و غصہ

یہ تفصیل جہاں مسلمانوں کو خون کے آنسو رلانے والی اور ان کے احساسات کو سخت مجروح کرنے والی ہے۔ وہاں ہندوؤں کی سفاکی کو بھی اچھی طرح ظاہر کر رہی ہے۔ بے گناہ اور بے قصور مسلمانوں کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان ٹکڑوں کو نذر آتش کر کے ان درندہ صفت ہندوؤں کے جذبۂ انتقام کی سیری نہ ہوئی۔ مسلمانوں کے مکانوں اور ان کی جھونپڑیوں کو آگ لگا کر مال و اسباب سمیت جلا کر خاک سیاہ کر دینے سے بھی ان کے کلیجے ٹھنڈے نہ ہوئے۔ اور انہوں نے ضروری سمجھا۔ کہ مساجد کی بے حرمتی کریں۔ اور شاہی مسجد کو کھنڈرات بنا دیں۔ اس کے لئے انہوں نے پورا ساز و سامان جمع کیا۔ اور بہت بڑی تعداد میں مسجد پر حملہ آور ہوئے۔ اور باوجود اس کی پختگی کے اسے چند گھنٹوں کے اندر اندر سخت نقصان پہونچایا۔

واقعہ کی یہ نوعیت اسے اجودھیا تک ہی محدود نہیں رہنے دیتی۔ بلکہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں میں بے چینی اور اضطراب پیدا کرنے والی ہے۔ اور ان میں غم و غصہ کے جذبات پیدا ہونے لازمی ہیں۔ خاصکر اس وجہ سے کہ اس قسم کے حادثات روز بروز بڑھ رہے ہیں۔ اور زیادہ بھیانک شکل اختیار کرتے جا رہے ہیں اور وہ ہندو جو رواداری کے دعوے کرتے۔ اور ہندو مسلم اتحاد ضروری بتاتے ہیں وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ انصاف کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

ہندوؤں کا افسوسناک رویہ

اجودھیا کے متعلق ہی دیکھ لیا جائے۔ کہ وہاں ہندوؤں نے مسلمانوں اور ان کے معابد کے ساتھ جو سلوک کیا۔ اس کا سرکاری طور پر اعتراف کیا جا چکا ہے اور دوسرے موثق ذرائع سے اس کی المناک تفصیلات پیش ہو چکی ہیں لیکن آل انڈیا ہندو سبھا کے سکرٹری نے جو بیان شائع کیا ہے۔ اس میں سب باتوں کا سرے سے انکار کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ بابری مسجد کے انہدام کے متعلق لکھا ہے۔ کہ "فیض آباد اور اجودھیا کے ہندوؤں نے مجھے بتایا۔ کہ وہ اس بات کے لئے بے تاب ہیں۔ کہ وہ مسجد ہندوستان میں مسلمانوں کی جابرانہ کارروائیوں اور ناروا داری کی یادگار کے طور پر قائم رہے" (پرتاپ ۱۹ اپریل) گویا اس مسجد کو کسی ہندو نے کوئی نقصان نہیں پہونچایا۔ بلکہ بالفاظ سکرٹری مہاسبھا ہندوؤں کا خیال ہے۔ کہ "نہ تمام جھونپڑیوں میں آگ مسلمانوں نے لگائی

"الفضل" کی رائے

اس موقعہ پر یہ لکھ دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کے بیان سے ہماری اس رائے کی حرف بحرف تصدیق ہوتی ہے جو ہم نے فساد کی اطلاع موصول ہونے پر اپنے مضمون منشیہ "الفضل" (۸ اپریل) میں بایں الفاظ ظاہر کی تھی۔ کہ

"ادھر تو ہندوؤں نے اجودھیا سے باہر نکل کر اودھم مچا دیا۔ اور ادھر شہر کے اندر مسلمانوں کو قتل کرنے اور مسجدوں کو گرانے میں مصروف ہو گئے۔ لیکن پولیس اس وقت تک موقعہ پر نہ پہونچ سکی جب تک مسجدوں کو کافی نقصان نہ پہونچ چکا۔ مسجدیں عام طور پر دوسرے مکانوں سے زیادہ مضبوط بنائی جاتی ہیں۔ اور خاص کر بڑی مسجد جو مسجد بابری کے نام سے مشہور ہے۔ اور جسے بابر بادشاہ نے تعمیر کرایا تھا۔ اس کی مضبوطی میں تو کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ جب ایسی پختہ اور مضبوط مسجد کو بھی ہندوؤں نے کافی نقصان پہنچایا۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ انہیں اس کے لئے خاصہ وقت مل گیا۔ اور وہ کافی دیر تک بے روک ٹوک شرارت کرتے رہے"

ہم اسی طرح بابری مسجد کو نقصان پہنچانے کے متعلق کہا جاتا ہے" مگر سوال یہ ہے۔ کہ کیا عقل و سمجھ رکھنے والے انسان کے دماغ میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ بات آسکتی ہے۔ کہ ایک طرف تو مسلمانوں نے اپنے گھروں کو آگ لگا دی۔ اور دوسری طرف شاہی مسجد کو برباد کرنے میں مصروف ہو گئے۔ جن لوگوں کی ذہنیت مفسد اور جفاکار ہندوؤں کی پردہ پوشی کے لئے اس قسم کی لچر باتیں پیش کرتی ہوئی نہ شرمائے۔ ان سے کسی بہتری اور انصاف کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ ان حالات میں مسلمانوں کا اپنی جان و مال

لائل پور میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی تقریر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے دلائل

گذشتہ سے پیوستہ

کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ اچھا یہ بھی مان لیا کہ روحانی مصلح آنے والا ہے۔ لیکن اس کا کیا ثبوت ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب ہی ہیں۔ گویا یہ سوال باقی رہ جاتا ہے۔ کہ

بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

اپنے دعوے میں سچے تھے یا نہیں۔ اس کے لئے ہم قرآن کریم میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے ثبوت دیکھتے ہیں۔ اور اگر وہی ثبوت حضرت مرزا صاحب کے متعلق پائے جائیں تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ آپ بھی سچے ہیں۔

قرآن کریم میں افمن کان علیٰ بینۃٍ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ میں اللہ تعالےٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخاطبین کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ کہ غور کرو۔ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دعویٰ تمہارے سامنے ہے۔ جسے سن کر

قدرتی طور پر

یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہم اسے کیوں مانیں۔ ہم اس سوال کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر تم سوچو تو سہی۔ کہ ان دلائل کی موجودگی میں کیا یہ رد کرنے کے قابل ہے؟

اس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کے تین دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ پہلی بات افمن کان علیٰ بینۃٍ ہے۔ یعنی کیا وہ شخص بھی جو یہ دلائل رکھتا ہو۔ اور یہ دلائل خدا کی طرف سے ہوں انکار کے قابل ہو سکتا ہے۔ اس کی صداقت کی

پہلی دلیل

تو یہ ہے۔ کہ اسے وہ دلائل حاصل ہیں۔ جنہیں بندہ بنا ہی نہیں سکتا ایسے دلائل قرآن کریم میں بیسیوں ہیں۔ مگر میں اس وقت صرف چند ایک کو لوں گا۔ سورۂ یونس رکوع ۲ میں آتا ہے۔ لقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ افلا تعقلون۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے۔ جو انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ڈھونگ رچانے تو وہ زیادہ سے زیادہ دو چار ماہ پہلے نمازوں کی پابندی کریگا۔ اور اپنے آپ کو نیک پاک ظاہر کرنے لگیگا۔ وہ اسی دن سے اس کا اہتمام شروع کرے گا۔ جس دن سے کہ اس نے لوگوں کو

لوٹنے اور ٹھگنے کا ارادہ

کیا ہو گا۔ پہلے نہیں۔ کیونکہ پہلے تو اسے پتہ ہی نہ تھا۔ کہ اس نے آگے چلکر کیا کرنا ہے۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ان لوگوں سے کہو۔ کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ میں نے جھوٹ بنایا ہے۔ تو اتنا تو خیال کرو۔ کہ میں نے اپنی

ساری عمر تم لوگوں میں

بسر کی ہے۔ تمہیں میں میں پیدا ہوا۔ تمہیں میں مجھ پر جوانی کا عالم آیا اور تمہیں میں ادھیڑ عمر آئی۔ اتنے عرصہ میں کبھی تم نے مجھے جھوٹ بولتے دیکھا۔ اگر نہیں۔ تو پھر کیوں عقل نہیں کرتے۔

بچپن کی نیکی

کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اور یہ زمانہ کلیۃً خدا کے قبضہ میں ہوتا ہے۔ آپ کفار کے سامنے یہ بات پیش فرماتے ہیں۔ کہ تم لوگوں میں ہی میں نے اپنا بچپن گذارا۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ جب میں پہلا سال کا تھا۔ اس وقت مجھے علم تھا کہ میں بڑا ہو کر ایسا دعویٰ کروں گا کہ میں اسی وقت سے پاکیزہ رہنے کی کوشش کرتا۔ آپ کے اس سوال کے جواب میں آپ کے تمام رشتہ دار بھائی دوست۔ بلکہ دشمن بھی ساکت ہو گئے۔ پھر جوانی کا زمانہ آیا۔ کون ہے جو ۱۷۔۱۸ سال کی

بھرپور جوانی کے ایام

اس وجہ سے نیک رہ کر گذارے۔ کہ ۴۰ سال کی عمر کو پہنچ کر کوئی دعویٰ کروں گا۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ دن بھی خدا کے قبضے میں ہوتے ہیں خصوصاً ایسے لوگوں کی جوانی کے دن۔ جن کے سامنے لالچ آتے ہوں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے سامنے لالچ آتے ہی نہیں۔ مگر آپ کے سامنے لالچ آئے۔ دنیا نے طرح طرح کے لالچوں کے ذریعہ آپ کو اپنی طرف کھینچنا چاہا۔ مگر آپ اس سے جدا رہے۔ پھر

ادھیڑ عمر

آئی۔ اس میں بھی آپ نے وہ نمونہ دکھایا۔ کہ کوئی حرف نہ رکھ سکا۔ حضرت ابوبکرؓ جو آپ کے خاص دوست تھے۔ جب آپ نے دعویٰ کیا۔ اس وقت وہ باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے۔ تو ایک دوست سے ملنے گئے۔ اس کے مکان پر بیٹھے تھے۔ کہ اس کی لونڈی آئی اور آکر کہا۔ ابوبکر تمہیں معلوم ہے۔ تمہارا دوست تو سودائی ہو گیا۔ آپ نے پوچھا۔ کونسا دوست۔ اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا۔ آپ نے دریافت کیا۔ وہ کیا کہتا ہے۔ لونڈی نے بتایا۔ وہ کہتا ہے۔

خدا مجھ سے باتیں کرتا ہے

آپ نے کہا۔ اگر وہ ایسا کہتا ہے۔ تو ٹھیک کہتا ہے۔ اگر آپ کا پہلا کیرکٹر خدا تعالےٰ کے خاص تصرف کے ماتحت بے عیب نہ ہوتا۔ تو کیوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک منٹ کے لئے شبہ پیدا نہ ہوا آپ اسی وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان پر گئے۔ اور دستک دی۔ آپ باہر تشریف لائے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں ایک بات پوچھنے آیا ہوں۔ آپ نے کوئی ایسا دعوےٰ کیا ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال کیا۔ معلوم نہیں۔ میرے دعویٰ کو سنکر اس پر کیا اثر ہوا ہے۔ اس لئے کچھ دلائل بیان کرنے لگے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ مجھے دلائل کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ فرمائیں۔ کہ آپ نے دعویٰ کیا ہے۔ یا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں کیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فوراً کہدیا۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ گویا انہوں نے یہ بھی گوارا نہ کیا۔ کہ کوئی دلیل سنتیں۔ کیونکہ پہلی دلیل جو آپ کے سامنے موجود تھی۔ اس زمانہ کے لوگوں میں بھی اس قسم کی

ایک مثال

مجھے یاد آ گئی۔ لدھیانہ کے رہنے والے ایک میاں نظام الدین صاحب تھے۔ اگرچہ ان پڑھ تھے۔ مگر بہت نیک آدمی تھے۔ انہوں نے کئی حج بھی کئے۔ بعض اوقات حج بدل کر آتے۔ اور اگر یہ انتظام نہ ہو سکتا۔ تو پیدل ہی چل پڑتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے سے پہلے وہ آپ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

دونوں کے دوست

تھے۔ آپ نے جب دعوے کیا۔ اور مولوی محمد حسین صاحب نے مخالفت شروع کی۔ تو انہوں نے ان کو خط لکھوایا۔ کہ آپ جلدی نہ کریں۔ مرزا صاحب میرے دوست ہیں۔ آپ کیوں یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ خدا پر جھوٹ بولیں گے۔ یقیناً ان کو

غلط فہمی ہوئی

ہو گی یا پھر لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ خدا پرست آدمی ہیں۔ میں ان کے پاس جاؤں گا۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ وہ قرآن سے انحراف نہیں کریں گے۔ اس لئے ان کو سمجھا لوں گا۔ چنانچہ آپ قادیان آئے مولوی محمد حسین صاحب ان دنوں لاہور میں تھے۔

حضرت خلیفہ اول رضؓ

بھی وہیں تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب آپ سے مباحثہ کی طرح ڈال رہے تھے۔ میاں نظام الدین صاحب قادیان پہنچے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا۔ کہ کیا آپ یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام

فوت ہو گئے۔ آپ نے کہا۔ ہاں۔ وہ کہنے لگے۔ اگر قرآن کریم سے سو پچاس ایسی آیات آپ کو دکھا دی جائیں جن سے حیات عیسٰے علیہ السلام ثابت ہوتی ہو تو کیا آپ مان جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ سو پچاس آیتوں کی ضرورت نہیں۔ آپ

صرف ایک آیت

ہی بتا دیں۔ میں مان جاؤں گا۔ انہوں نے کہا۔ اچھا میں دس آیات لے آؤں گا۔ چنانچہ وہ مولوی محمد حسین صاحب کے پاس لاہور پہنچے۔ اور ان سے کہا۔ کہ میں مرزا صاحب کو منا آیا ہوں۔ آپ صرف اتنا کیجئے۔ کہ دس آیات ایسی مجھے لکھدیں جن سے

حیاتِ مسیح

ثابت ہوتی ہو۔ میں ان کو جا کر دکھاؤں گا۔ اور وہ مان جائیں گے۔ وہ تو ایک ہی آیت دیکھ کر ماں لینے پر آمادہ تھے۔ مگر میں نے دس کا وعدہ ان سے کیا ہے۔ یہ سن کر مولوی محمد حسین صاحب سخت ناراض ہو کر کہنے لگے جاہل لوگوں کو کس نے کہا ہے۔ کہ

مذہبی معاملات میں دخل

دیں۔ میں دو ماہ کی بحث کے بعد انہیں حدیث کی طرف لا رہا تھا۔ یہ پھر قرآن کی طرف لے گئے۔ اب ان کا ایمان دیکھو۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے۔ تو کیا قرآن آپ کے ساتھ نہیں۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو جدھر قرآن ہے۔ ادھر ہی ہم ہوں گے۔ ایسے نمونے اب بھی موجود ہیں۔ مومن صرف یہ دیکھتا ہے۔ کہ

آنے والی آواز

خدا کی طرف سے ہے یا نہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی یہ شہادت سب غیر مسلموں کے لئے ہو سکتی ہے۔ آپ کے دعوٰی کے بعد سینکڑوں ہزاروں آپ کے دشمن کھڑے ہو گئے تھے۔ اور مشہور ہے۔ دشمن بات کہے انہونی۔ مگر کسی نے یہ نہیں کہا۔ کہ آپ کی

دعوے سے پہلے کی زندگی

پر کوئی حرف گیری ہو سکتی ہے۔ اور سوچنے کی بات ہے۔ جب ایک شخص رات کو اس حالت میں سوئے۔ کہ اس نے کبھی انسانوں کے متعلق بھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ صبح کو وہ اٹھے۔ اور

خدا پر جھوٹ

بولنے لگ جائے۔ یہی دلیل حضرت مرزا صاحب پر بھی چسپاں ہو سکتی ہے۔ آپ بھی

خدا کی طرف سے بینہ

پر ہیں۔ آپ کا بھی الہام ہے۔ ولقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تتقون۔ اور یہ ایک

مستقل الہام

ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں فقد ہے اور یہاں ولقد ہے۔ بعض لوگ غلطی سے اعتراض کرتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کی آیت کو غلط طور پر لکھدیا۔ حالانکہ آپ کا یہ مستقل الہام ہے۔ ہمیں اب دیکھنا یہ چاہیئے۔ کہ

حضرت مرزا صاحب کے دعوٰی سے قبل

لوگ آپ کے متعلق کیا کہتے تھے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری روئے زمین پر اپنے آپ کو اس وقت سب سے بڑا مخالف سمجھتے ہیں مگر وہ بھی یہ کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب دعوے سے پہلے بہت نیک تھے حتیٰ کہ ایک دفعہ آپ کی زیارت کے لئے پیدل چل کر قادیان آئے۔ دوسرے مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے جنہوں نے دعوے کے بعد آپ کے متعلق کفر کا فتوے شہر بشہر پھر کر تیار کرایا۔ مگر وہ بھی آپ کی مشہور تصنیف براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے۔ جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی" اور کہ "اس کا مولف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے"

دیکھو ایک طرف غیر احمدی مولویوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ کسی کو فلاں سے بڑا اور فلاں سے افضل نہیں کہنا چاہیئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ آپ نے اپنے آپکو حضرت امام حسین سے بڑا کہا ہے۔ لیکن جب آپ نے ابھی دعوے نہیں کیا تھا۔ اس وقت مولوی محمد حسین صاحب نے کہا۔ کہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں اسلام کا اتنا بڑا خادم کوئی نہیں پیدا ہوا۔ یہ نہیں کہ آپ ایک اچھا نمونہ ہیں۔ بلکہ یہ کہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں اسلام میں آپ کی کوئی مثال ہی نہیں ملتی۔ اور یہ اتنی بڑی شہادت ہے۔ کہ جو بھی اس پر غور کرے۔ اسے ماننا پڑے گا۔ کہ آپ کی

زندگی بے عیب

تھی۔ پھر کس طرح ممکن ہے۔ کہ ایسا انسان یکدم ایک صبح اٹھ کر کہدے کہ خدا نے مجھے یوں کہا ہے۔ حالانکہ خدا نے اسے کچھ نہ کہا ہو۔ رات کو ایسی حالت میں سوئے۔ کہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں اس جیسا خادم اسلام کوئی نہ پیدا ہوا ہو لیکن صبح اٹھتے ہی بے دین ہو جائے۔ اور بے دین بھی ایسا کہ خدا پر افترا کرنے لگ جائے۔ ہمارا بیان نہ مانو۔ ان غیر مسلموں اور مخالفوں کو جنہوں نے آپ کا دعوے سے قبل کا زمانہ دیکھا ہے۔ کہو کہ اپنے بچوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاتے ہوئے کہدیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی کیسی تھی۔ ہر ایک یہی کہے گا۔ کہ آپ تو

ایک ولی اللہ

تھے۔

بعض لوگ دعوے سے پہلی زندگی پر ہمیشہ از راہ تمسخر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ آپ پندرہ بیس روپیہ کے

سیالکوٹ میں ملازم

تھے۔ اس کے متعلق اول تو یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک عورت سے نکاح کی خاطر اس کے والد کی دس سال بکریاں چرائیں۔ اس لئے یہ

بے ہودہ اعتراض

ہے۔ پندرہ بیس روپیہ ماہوار بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تنخواہ سے زیادہ ہی ہیں۔ جو ایک دو روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں بنتی۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ اگر آپ دو روپیہ ماہوار پر بھی ملازم ہوتے تو بھی یہ کوئی اعتراض کی بات نہ تھی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں

کوفہ کے لوگ

ہمیشہ شرارتیں کرتے رہتے تھے۔ اور عمال کو بہت تنگ کرتے تھے آپ نے ایک شخص کو جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ اور جسے انگریزی کتابوں میں Sagacious Qazi کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہاں قاضی مقرر کر کے بھیجا۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۱۹ سال کی تھی۔ وہ جب پہنچے۔ تو کوفیوں نے کہا۔ کہ گزشتہ روز اول والا معاملہ اس کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ اور شہر سے باہر جا کر اس کا مذاق اڑانا چاہیئے۔ تا وہ سر نہ اٹھا سکے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ کہ جب ملیں۔ تو اس کی عمر پوچھیں۔ خود ہی شرمندہ ہو جائے گا۔ وہ شہر سے باہر گئے۔ اور شاندار استقبال کیا۔ اور پھر ایک نے پوچھا۔

آپ کی عمر

کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اسامہ کو حضرت عمرؓ اور ابو بکرؓ پر سردار مقرر کر کے بھیجا تھا۔ اس وقت جو

اسامہؓ کی عمر

تھی۔ میری اس سے ایک سال زیادہ ہے۔ اس پر وہ لوگ سمجھ گئے۔ کہ اس شخص کو عمرؓ جیسے شخص نے کچھ دیکھ کر ہی یہاں کے لئے چنا ہے اور آپس میں اشارے کرنے لگے۔ کہ بس اب کوئی شرارت نہ کرنا۔ سو اگر تنخواہ کا بھی کوئی معیار ہے۔ تو بہر حال

حضرت مرزا صاحب کی تنخواہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تھی۔ لیکن ہم اسے نبوت کے لئے کوئی معیار نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اگر تنخواہ کا زیادہ ہونا

صداقت کا معیار

ہو۔ تو سب سے بڑا روحانی انسان ہندوستان کا وائسرائے قرار پائیگا جو ۲۲½ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پاتا ہے۔ اگر تنخواہ کی کمی بیشی بھی کوئی چیز ہے۔ تو پھر پانچ سات کی کیا شرط ہے۔ امریکہ کے پریذیڈنٹ اور وہاں کے بڑے بڑے کروڑ پتیوں کی فضیلت کو کیوں نہ تسلیم کیا جائے۔ یہ تو وہی سوال ہے۔ کہ کفار نے کہا تھا کہ اگر تو خدا کا رسول ہے

تو تیرے پاس اس قدر اموال ہونے چاہئیں۔ کہ تیرا گھر سونے کا ہو۔ خیر میں بتاتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ جو آپ کو سیالکوٹ لے گیا۔ تو اس کی وجہ یہ نہ تھی۔ کہ آپ کو گھر میں کھانے کو نہ ملتا تھا اور معاش کے لئے آپ کو کسی نوکری کی تلاش تھی۔ خدا کے فضل سے گورنمنٹ ہمارے خاندان کو

روسائے پنجاب

میں شمار کرتی ہے۔ ہماری جائداد کو دیکھ لو۔ قادیان کے ہم مالک ہیں۔ اور ان لوگوں سے قبل جنہوں نے سکونت کی غرض سے ہم سے زمین خریدی۔ کسی کی چپہ بھر زمین بھی وہاں نہ تھی۔ اس کے علاوہ تین اور گاؤں ہماری ملکیت ہیں۔ اور دو میں تعلقہ داری ہے۔ پس سوچنا چاہیئے۔ کہ اگر مرزا صاحب نے نوکری کی۔ تو ضرور اس میں کوئی اور غرض ہوگی۔ آپ کے دل کی یا خدا تعالےٰ کی۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ اس میں

دونوں کی ایک ایک غرض

تھی۔ حضرت مرزا صاحب کی ایک تحریر ملی ہے۔ جو آپ نے والد صاحب کے نام لکھی تھی۔ آپ کے والد صاحب آپ کو دنیوی معاملات میں ہوشیار کرنے کے لئے مقدمات وغیرہ میں مصروف رکھنا چاہتے تھے۔ اور آپ کی جو تحریر ملی ہے۔ اس میں آپ نے اپنے والد صاحب کو لکھا ہے۔ کہ

دنیا اور اس کی دولت

سب فانی چیزیں ہیں۔ مجھے ان کاموں کے لئے مجبور نہ کیا جائے۔ مگر انہوں نے جب آپ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ تو آپ سیالکوٹ چلے گئے۔ کہ دن کو تھوڑا سا کام کر کے رات کو بے فکری کے ساتھ ذکر الٰہی کر سکیں

دوسری حکمت

اس میں یہ ہے۔ کہ قادیان سارا ہماری ملکیت ہے۔ اور اب بھی جن لوگوں نے وہاں زمینیں لی ہیں۔ وہ سب احمدی ہیں۔ اس لحاظ سے بھی گویا وہاں کے لوگ ہماری رعایا ہیں۔ اس لئے وہاں کے لوگوں کی حضرت مرزا صاحب کے متعلق شہادت پر کوئی کہہ سکتا تھا۔ کہ خواجہ کا گواہ مینڈک۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو سیالکوٹ لا ڈالا۔ جہاں آپ کو غیروں میں رہنا پڑا۔ اور اس طرح خدا تعالےٰ کا منشا یہ تھا۔ کہ ناواقف لوگوں میں سے وہ لوگ جن پر آپ یا آپ کے خاندان کا کوئی اثر نہ ہو۔ آپ کی پاکیزہ زندگی کے لئے شاہد کھڑے کئے جائیں۔ پھر سیالکوٹ

پنجاب میں عیسائیوں کا مرکز

ہے۔ وہاں آپ کو ان سے مقابلہ کا بھی موقعہ مل گیا۔ آپ عیسائیوں سے مباحثات کرتے رہتے تھے۔ اور مسلمانوں نے آپ کی زندگی کو دیکھا۔ قادیان کے لوگوں کو آپ کے مزارعہ کہا جا سکتا تھا۔ مگر سیالکوٹ کے لوگوں کی یہ حیثیت نہیں تھی۔ وہاں کے تمام بڑے بڑے مسلمان آپ کی

علو شان کے معترف

ہیں۔ مولوی میر حسن صاحب جو ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کے استاد تھے۔ اور جن کے متعلق ڈاکٹر صاحب ہمیشہ اظہار عقیدت کرتے رہے ہیں۔ اگرچہ آخر تک سلسلہ کے مخالف رہے۔ مگر وہ ہمیشہ اس بات کے معترف تھے۔ کہ مرزا صاحب کا

پہلا کیرکٹر

بے نظیر تھا۔ اور آپ کے اخلاق بہت ہی اعلےٰ تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو سیالکوٹ میں معمولی نوکری اس غرض سے کرائی تھی۔ ہماں زمانہ میں عیسائیوں کا بڑا رعب ہوتا تھا۔ اب تو کانگرس نے اسے بہت کچھ مٹا دیا ہے۔ اس زمانہ میں

پادریوں کا رعب

بھی سرکاری افسروں سے کم نہ تھا۔ اور اعلےٰ افسر تو الگ رہے ادنیٰ ملازموں تک کی یہ حالت تھی۔ کہ چٹھی رسان دیہاتوں میں بڑی شان سے جاتے۔ اور کہتے لاؤ مٹھائی کھلاؤ۔ تمہارا خط لایا ہوں اس وقت پادریوں کا بہت رعب تھا۔ لیکن جب

سیالکوٹ کا انچارج مشنری

ولایت جانے لگا۔ تو وہ حضرت مرزا صاحب کے ملنے کے لئے خود کچہری آیا۔ ڈپٹی کمشنر اسے دیکھ کر اس کے استقبال کے لئے آیا۔ اور دریافت کیا۔ کہ آپ کس طرح تشریف لائے ہیں۔ کوئی کام ہو۔ تو ارشاد فرمائیں۔ مگر اس نے کہا۔ میں صرف آپ کے اس منشی سے ملنے آیا ہوں۔ یہ ثبوت تھا اس امر کا کہ آپ کے مخالف بھی تسلیم کرتے تھے۔ کہ یہ ایک ایسا جوہر ہے۔ جو قابل قدر ہے۔

علیٰ ہذہ القیاس من دجہ میں دوسری چیز قرآن کریم ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے۔ جو اپنے اندر ہی

اپنی صداقت کے دلائل

رکھتی ہے۔ اور اس پر جو غور کرے۔ اسے ماننا پڑے گا۔ کہ یہ خدا کی کتاب ہے۔ مثلاً اس کی فطری تعالیم کو لے لو۔ صاف معلوم ہوگا۔ کہ یہ ایک ایسی ہستی کی طرف سے ہے۔ جو

فطرت انسانی کو جاننے والی

ہے۔ باقی کتب میں یہ بات نہیں۔ ان پر جب اعتراض کیا جاتا ہے تو جواب کے لئے ان کے ماننے والوں کو اپنے دماغوں پر زور ڈالنا پڑتا ہے۔ مگر کامیابی پھر بھی نہیں ہوتی۔ لیکن

قرآن کریم کا دعوےٰ

ہے۔ کہ کوئی اعتراض کرو۔ جواب اس کے اندر موجود ہے۔ گویا یہ اپنا بوجھ خود اٹھاتا ہے۔ باقی مذاہب کی مثال یہ ہے۔ کہ جو شخص ان کو مانے۔ وہ اپنی گٹھڑی اس کے سر پر رکھ دیتے ہیں مگر اسلام پر جو ایمان لائے۔ یہ اس کا بھی بوجھ خود اٹھا لیتا ہے اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے۔ جس میں

دنیا کا اور کوئی مذہب

اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی چیز کو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ بار بار پیش کرو۔ جاھدھم بہ جھاداً کبیراً۔ تجھے یہ ایک ایسی تلوار دی گئی ہے۔ کہ اس سے دشمنوں کا مقابلہ کر۔ اور پھر ان کے اندر میری محبت کے جذبات پیدا کر۔ ہر مضمون اس

چھوٹی سی کتاب

میں موجود ہے۔ ایک عیسائی لکھتا ہے۔ کہ قرآن اناجیل کے مجموعے سے چھوٹا ہے۔ لیکن اناجیل میں

صرف ایک مسئلہ رحم

بیان کیا گیا ہے۔ اور قرآن میں ساری باتیں موجود ہیں۔ گویا دشمن بھی اس کی اس خوبی کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور مانتے ہیں۔ کہ اس میں روحانیت کے متعلق سب باتیں موجود ہیں۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے۔ جسے دیکھ کر ہر شخص کو ماننا پڑتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ ایک ایسی دلیل ہے۔ جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

تیرہ سو سال کے بعد

آج جو اعتراضات پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے جوابات بھی اس کے اندر موجود ہیں۔ جس سے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ یہ

خدا کی طرف سے

ہے۔ اور یہ چیز حضرت مرزا صاحب کو بھی دی گئی۔ مگر اس طرح نہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو کوئی

نئی کتاب

دی۔ بلکہ آپ کو قرآن کریم کا خاص فہم عطا کیا۔ اور یہ بھی ایسی چیز ہے جو

بندے کی طاقت سے باہر

ہے۔ جس وقت دنیا کے سامنے یہ امر پیش کرنے کی ضرورت ہوئی۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو قرآن ملا۔ وہ آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ اس وقت خدا تعالےٰ نے آپ کو خصوصیت کے ساتھ فہم قرآن عطا کیا۔ ادھر اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ لا یمسہ الا المطھرون۔ یعنے جب تک کوئی انسان اللہ تعالےٰ کی طرف سے پاک نہ کر دیا گیا ہو۔

قرآن کا خاص فہم

حاصل نہیں کر سکتا۔ اس طرح گویا بتا دیا۔ کہ مامورین و مرسلین اور ان کے سچے توابع کے بغیر کسی کو کامل فہم قرآن کا عطا نہیں ہوتا۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ انعام حاصل ہونے پر بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی تصنیف براہین احمدیہ میں چیلنج دیا۔ کہ اگر کوئی غیر مسلم اپنی مذہبی کتاب میں سے

ان خوبیوں کا چوتھا حصہ

بھی ثابت کر دے۔ جو میں نے قرآن کریم میں بیان کی ہیں۔

تو میں اسے اپنی ساری جائداد انعام میں دے دونگا۔ اس جائداد کی قیمت کا اندازہ اس وقت دس ہزار روپیہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں زمینیں بہت سستی تھیں۔ ہماری برادری ہی کے ایک آدمی نے اس زمانہ میں کچھ زمین سولہ سو کو خریدی تھی۔ جو اب ڈیڑھ لاکھ میں بکی ہے۔ تو اس زمانہ میں دس ہزار کے معنے آج کے لحاظ سے لاکھوں روپیہ کے تھے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ چیلنج دیا۔ مگر آج تک کسی نے اسے قبول نہیں کیا۔ اب بھی وہ کتاب موجود ہے۔ اور اس کے چیلنج کو ہم آج بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم کی تفسیر اور عربی لکھنے کے متعلق بھی آپ نے چیلنج دیئے۔ کہ قرآن کریم کی اتباع کی وجہ سے مجھے یہ نعمتیں عطا ہوئی ہیں۔ اور ان میں میرا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا چنانچہ کوئی سامنے نہیں آیا۔

پروفیسر مارگولیتھ

جو اسلام کے بڑے مخالف اور بڑے مصنف ہیں۔ وہ ایک دفعہ مجھ سے ملنے کے لئے قادیان آئے۔ اور کہنے لگے کوئی ایسی بات پیش کریں۔ جو میرے لئے حجت ہو۔ میں نے ان انعامات کا ذکر کیا۔ جو حضرت مرزا صاحب نے مخالفین اسلام کے لئے پیش کئے ہیں۔ اس پر کہنے لگے اگر میں جواب لکھوں۔ تو کون انعام دیگا۔ کیونکہ مرزا صاحب تو فوت ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا بے شک حضرت مرزا صاحب فوت ہو چکے ہیں۔ مگر

آپ کا سلسلہ

تو فوت نہیں ہوا۔ آپ جواب دیں۔ میں آپ کو انعام دونگا۔ وہ اس کا تو کوئی جواب نہ دے سکے۔ مگر ولایت میں جا کر انہوں نے لوگوں سے بیان کیا۔ کہ میں قادیان گیا تھا۔ وہاں کوئی شخص بھی مجھ سے عربی میں بات چیت نہ کر سکا۔ اس کے دو سال ہی بعد میں

تبلیغ کے کاموں کو دیکھنے کیلئے

ولایت گیا۔ جہاں مجھے بتایا گیا کہ وہ یوں کہتا ہے۔ بعض دوستوں نے کہا۔ اس کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کرنا چاہیئے۔ ایک دفعہ ہم ایک میٹنگ میں گئے۔ جہاں وہ بھی موجود تھا۔ ایک طرف میں بیٹھ گیا۔ اور دوسری طرف حافظ روشن علی صاحب مرحوم اور اس سے عربی میں گفتگو شروع کی۔ لیکن دو چار فقرے بولنے کے بعد ہی وہ کہنے لگا۔ کہ مجھ سے

انگریزی میں گفتگو

کریں۔ اس پر سب انگریز ہنس پڑے۔ غرض اب بھی دعویٰ موجود ہے۔ پھر صرف یہی نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہی یہ بات تھی۔ بلکہ آپ آگے بھی یہی چیز دے گئے ہیں۔ اور آپ کے طفیل مجھے بھی ایسے

قرآن کریم کے معارف

عطا کئے گئے ہیں۔ کہ کوئی شخص خواہ وہ کسی علم کا جاننے والا اور کسی مذہب کا پیرو ہو قرآن کریم پر جو چاہے اعتراض کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قرآن سے ہی اس کا جواب دونگا میں نے بارہا

دنیا کو چیلنج

کیا ہے۔ کہ معارف قرآن میرے مقابلہ میں لکھو۔ حالانکہ میں کوئی مامور نہیں ہوں۔ مگر کوئی اس کے لئے تیار نہیں ہوا۔ اور اگر کسی نے اسے منظور کرنے کا اعلان بھی کیا۔ تو

بے معنی شرائط

سے شروع کر کے ٹال دیا۔ مثلاً یہ کہ بند کمرہ ہو۔ کوئی کتاب پاس نہ ہو۔ مگر یہ نہیں سوچتے۔ کہ اگر خیال ہے۔ کہ میں پہلی کتب اور تفاسیر سے معارف نقل کر دونگا۔ تو وہی کتب تمہارے پاس بھی ہوں گی۔ تم بھی ایسا ہی کر سکتے ہو۔ پھر اگر میں دوسری کتب سے نقل کر دوں گا۔ تو خود اپنے ہاتھ سے اپنی ناکامی ثابت کرونگا۔ کیونکہ میرا دعویٰ تو یہ ہے۔ کہ نئے معارف بیان کرونگا۔ لیکن مقابلہ کے وقت جب پرانی تفاسیر سے نقل کرونگا تو خود ہی میرے لئے

شرمندگی اور ندامت کا موجب

ہوگا۔ مگر میں جانتا ہوں۔ یہ سب بہانے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی کو سامنے آنے کی جرات ہی نہیں۔

تیسری چیز علیٰ بینۃ من ربہ کے سلسلہ میں وہ

معجزات اور پیشگوئیاں

ہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کی ہیں۔ آپ نہایت خطرناک دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ مگر آپ نے دعویٰ کیا۔ کہ اللّٰہ یعصمک من الناس۔ مکہ والوں نے سارا زور لگایا۔ کہ آپ کو قتل کریں۔ آخرکار تجویز کی۔ کہ سب مل کر آپ کو ماریں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ آپ کو قبل از وقت ان کے منصوبوں کا علم دے دیا۔ اور آپ بچ گئے۔ آپ جب غار ثور میں گئے۔ تو دشمن بھی

غار کے مونہہ تک

پہونچ گئے۔ ان کے ساتھ ایک بہت بڑا ماہر کھوجی تھا۔ ہمارے علاقہ کے لوگ تو کھوجیوں کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے البتہ اس علاقہ میں رواج ہے۔ اس کھوجی نے کہا۔ کہ یا تو اس غار میں ہیں۔ یا پھر آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ اس سے آگے نہیں گئے۔ لیکن ان لوگوں پر اس قدر تصرف الٰہی تھا۔ کہ کسی نے جھک کر نیچے نہ دیکھا۔ کہ شاید اس کے اندر ہی ہوں پھر ایک سردار نے اعلان کیا۔ کہ جو آپ کو پکڑ لائے گا۔ اسے سو اونٹ انعام دیا جائیگا۔ چنانچہ ایک شخص آپ کے تعاقب میں گیا۔ اور بالکل قریب جا پہنچا۔ مگر جب وہ حملہ کرنے لگتا تو گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر پڑتا۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ آخر وہ سمجھ گیا۔ اور اسی وقت ایمان لے آیا۔ تو

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

میں کثرت سے ایسے واقعات ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے آپ کی حفاظت کرتے تھے۔ ایک عورت نے آپ کو کھانے میں زہر دینا چاہا۔ ایک صحابی نے وہ کھانا کھا لیا۔ اور وہ فوت ہو گئے۔ لیکن آپ نے لقمہ اٹھایا اور پھر رکھ دیا۔ اسی طرح آپ پر پیچھے سے پتھر گرا کر ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا۔ آپ بالکل اکیلے باہر چلے جاتے تھے۔ صحابہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو مدینہ سے باہر کچھ شور ہوا۔ وہ جب اٹھ کر دیکھنے کے لئے جا رہے تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر واپس آتے ہوئے ان کو ملے اور فرمایا۔ میں دیکھ آیا ہوں۔ کوئی خطرہ کی بات نہیں۔ تو آپ

راتوں کو اکیلے

پھرتے۔ مگر آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکا۔ حالانکہ سب آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ ان کی سب تدبیر ناکام ہوئیں۔ ایسا ہی حضرت مرزا صاحب کے متعلق ہوا۔ آپ کے خلاف بھی دشمنوں نے ہر طرح زور لگایا۔ قتل کے جھوٹے مقدمات آپ پر دائر کئے گئے۔ آپ کو قید کرانے کی کوششیں کی گئیں۔ آپ کو جان سے مارنے کے منصوبے کئے گئے۔ لکھنؤ کے ایک مولوی صاحب قادیان آئے بعد میں احمدی ہو گئے۔ انہوں نے بتایا۔ کہ میں آیا تو آپ کو قتل کرنے کی نیت سے تھا۔ مگر یہاں آ کر صداقت کھل گئی۔ جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی تمام تدابیر ناکام ہوئیں۔ اور

دشمنوں کی شکست

کی تمام پیشگوئیاں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیں مثلاً فتح مکہ کی خبر۔ فتح خیبر کی خبر اور ابو جہل کی موت کہ کہاں اور کس طرح واقعہ ہو گی وغیرہ وہ سب پوری ہوئیں۔ اسی طرح کی مثالیں حضرت

مرزا صاحب کی زندگی میں

بھی ملتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت مخالف حالات میں جو کامیابی ہوئی۔ دشمن بھی اس کے معترف ہیں۔ ایک انگریز مصنف لکھتا ہے۔ کہ اسلام پر جو چاہو اعتراض کرو۔ لیکن ایک بات سخت

حیران کن

ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک کچا مکان جس پر کھجور کی ٹہنیوں کی چھت پڑی ہے۔ اور بارش میں پانی چھت سے ٹپک ٹپک کر فرش پر کیچڑ ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر چند لوگ بیٹھے ہیں۔ جن میں

ہے اگر کسی کا تہ بند ہے تو کرتا نہیں۔ اور کرتا ہے۔ تو پگڑی نہیں۔ غرضیکہ کسی کے بدن پر بھی پورے کپڑے نہیں ہیں۔ وہ نہایت سنجیدگی سے اس امر پر غور کر رہے ہیں۔ کہ فلاں ملک کو کس طرح فتح کیا جائے اور فلاں کو کس طرح۔ اور پھر وہ کر کے دکھا بھی دیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے۔ تم محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جو چاہو اعتراض کرو۔ لیکن اس کا کیا جواب ہے۔ کہ وہ کیا راز تھا۔ یہی باتیں حضرت مرزا صاحب میں دکھائی دیتی ہیں۔ اور علی بلینۃ من ربہ کی یہی شال آپ میں ملتی ہے۔ آپ کو بھی الہام ہوا۔ یعصمک اللہ من الناس۔ دوسری پیشگوئی آپ کی یہ تھی۔ کہ انی مھین من اراد اھانتک وانی معین من اراد اعانتک۔ یعنی جو تیری توہین کے لئے کھڑا ہوگا۔ میں اس کی توہین کروں گا۔ اور جو تیری مدد کے لئے کھڑا ہوگا۔ میں اس کی مدد کروں گا۔ غور کرو۔ یہ

کتنا بڑا دعوے

ہے۔ ایک دشمن کے متعلق بھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ ذلیل ہوگا مگر یہاں ایک قانون بیان کیا گیا۔ اور آپ اتنا بڑا دعوے کرتے ہیں۔ ادھر آپ یہ الہام شائع کرتے ہیں۔ اور ادھر آپ کے بہت پرانے دوست مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کی مخالفت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اعلان کرتے ہیں۔ کہ میں نے ہی اس کی تعریف کر کے اسے اس قدر عروج پر پہنچایا تھا۔ اور اب میں ہی اسے نیچے گراؤں گا۔ دیکھو یہ

کتنا بڑا مقابلہ

ہے۔ ایک طرف مرزا صاحب ہیں۔ جن کے سب لوگ مخالف ہیں۔ حتیٰ کہ مہدویت کا دعوے کرنے کی وجہ سے حکومت کی آنکھ میں بھی آپ کھٹکتے ہیں۔ عیسائی اس واسطے دشمن تھے۔ کہ یہ ہمارے خدا کی موت ثابت کرتا ہے۔ ہندو مسلمان غرضیکہ

سب آپ کے مخالف

تھے۔ مگر اس وقت آپ نے اعلان کیا۔ کہ مجھے خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ انی مھین من اراد اھانتک وانی معین من اراد اعانتک اس کے بعد آپ کے مقابلہ کے لئے وہ شخص اٹھا۔ جو اپنے کو

مسلمانوں کا ایڈووکیٹ

لکھا کرتا تھا۔ اور تمام اہلحدیث جس کے تابع تھے۔ اس نے غرور سے کہا۔ کہ میں نے ہی اس شخص کو اوپر اٹھایا تھا۔ اور اب میں ہی اسے گراؤں گا۔ یہ

دونو میدان مقابلہ میں

تھے۔ ایک کی طرف بظاہر کوئی بھی نہیں تھا۔ مگر دوسرے کی طرف سارا ہندوستان بلکہ غیر ممالک کے لوگ بھی تھے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ نتیجہ کیا نکلا۔ اس کے لئے ہمیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے جب یہ دعوے کیا۔ اس پر آج

۴۴ سال گذر گئے ہیں۔ اب دیکھو یہ دعوے کرنے والا کہاں ہے۔ اور کیا اس کے ماننے والوں میں سے کوئی باقی ہے۔ اور نہیں۔ میں کہتا ہوں۔ اس کی

اپنی اولاد سے

ہی اس کی تعریف کرا دو۔ اس کی اولاد بھی اسے گالیاں دینے والی ہے۔ ایک لڑکا آریہ ہو گیا تھا۔ اور مولوی محمد حسین صاحب نے

مجھ سے اپیل

کی۔ کہ اسے بچاؤ۔ چنانچہ میں نے اپنے آدمی بھیجکر اسے دوبارہ مسلمان کیا۔ لیکن جس شخص کے متعلق اس نے کہا تھا۔ کہ میں اسے گراؤں گا۔ کیا وہ گر گیا۔ یا کم سے کم آج اس کی وہی حالت ہے جو پہلے تھی۔ ایک دن بھی ایسا نہیں آتا۔ جب اس کی

جماعت میں نئے لوگ

داخل نہ ہوں۔ آج ہی دیکھ لو۔ ایک سو کے قریب افراد نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں۔ کہ میں مرکز سے باہر آیا ہوں۔ بلکہ کوئی ہندو آریہ عیسائی غیر احمدی جو چاہے آئے اور آ کر دیکھ لے۔ کہ میری روزانہ ڈاک میں احمدی ہونے والوں کے کتنے خطوط ہوتے ہیں۔ اور کوئی موقعہ ایسا نہیں ہوتا۔ کہ میں باہر آؤں۔ اور بیعت کرنے والا کوئی نہ ہو۔ غرض اللہ تعالےٰ کے فضل سے

ہر ملک میں جماعت قائم

ہو چکی ہے۔ اور جہاں ایک آدمی بھی گیا۔ وہاں جماعت قائم ہو گئی جس سے ظاہر ہے۔ کہ جو آپ کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ اور جو اہانت کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو ذلیل کرتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب پر ایک پادری نے قتل کا مقدمہ دائر کرایا۔ اور بیان کیا۔ کہ میرے قتل کے لئے آپ نے ایک آدمی کو بھیجا ہے۔ اس زمانہ میں گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کیپٹن ڈگلس تھے۔ جو بڑے متعصب خیال کئے جاتے تھے چنانچہ وہ جب اس ضلع میں آئے۔ تو معلوم ہوا ہے۔ انہوں نے اس رائے کا اظہار کیا تھا۔ کہ یہ شخص ہمارے مذہب کی اتنے عرصہ سے مخالفت کر رہا ہے۔ ابھی تک اسے کوئی سزا کیوں نہیں دی گئی۔ ایسا انسان ڈپٹی کمشنر تھا۔ ایک پادری کی طرف سے مقدمہ دائر تھا جس میں پادری کی طرف سے

گواہی دینے کے لئے

مولوی محمد حسین صاحب گئے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ پولیس مرزا صاحب کو گرفتار کر کے لائے گی۔ اور وہ ذلیل حالت میں عدالت کے روبرو کھڑے کئے جائیں گے جنہیں میں دیکھوں گا۔ مگر وہی دشمن انگریز افسر جو اب زندہ ہے۔ اس امر کی گواہی دیتا ہے۔ کہ آپ کو دیکھ کر اس پر ایسا رعب طاری ہوا۔ کہ اس نے آپ کو

بیٹھنے کے لئے کرسی

پیش کی۔ یہ حالت دیکھ کر مولوی محمد حسین صاحب غصہ سے جل بھن گئے۔ اور آگے بڑھ کر کہنے لگے۔ مجھے بھی کرسی ملنی چاہیئے۔ مگر عدالت نے انکار کر دیا۔ اس پر انہوں نے اصرار کیا۔ تو عدالت نے کہا

بک بک مت کر

پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو جا۔ اس پر وہ باہر آ گئے۔ وہاں ایک کرسی پڑی تھی۔ اس پر بیٹھ گئے۔ مشہور ہے۔ کہ جس پر آقا ناراض ہو۔ نوکر بھی ناراض ہوتے ہیں۔ چپڑاسی نے یہ خیال کر کے کہ اگر صاحب نے دیکھ لیا۔ تو مجھ پر ناراض ہوگا۔ انہیں کرسی سے اٹھا دیا۔ اس کے بعد ایک چادر پر کچھ مسلمان بیٹھے تھے۔ مولوی صاحب اس پر جا بیٹھے لیکن چادر والے نے یہ کہتے ہوئے کہ جو شخص

ایک مسلمان کے خلاف گواہی

دینے آئے میں اس سے اپنی چادر پلید کرانا نہیں چاہتا۔ چادر کھینچ لی۔ وہ کیپٹن ڈگلس جو بعد میں کرنل ہو گیا تھا۔ آج بھی زندہ موجود ہے۔ اور شہادت دیتا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی شکل دیکھتے ہی مجھ پر حقیقت حال منکشف ہو گئی۔ ان کے C. B. H. ملک غلام حیدر صاحب اس وقت راولپنڈی میں زندہ موجود ہیں۔ ان کے ایک لڑکے ملک عطاء اللہ صاحب ای۔ اے۔ سی غالباً یہاں بھی رہے ہیں۔ وہ خود سناتے ہیں۔ کہ صاحب بٹالہ میں مقدمہ کی سماعت کرنے کے بعد جب سٹیشن پر واپس آیا۔ تو بے قراری کے ساتھ پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگا۔ میں نے کہا ویٹنگ روم میں تشریف رکھئے۔ مگر اس نے کہا نہیں تم جاؤ۔ پھر دیکھا۔ کہ وہ کچھ گھبرایا سا پھرتا ہے۔ میں پھر گیا۔ اور جا کر کہا۔ تو اس نے جواب دیا نہیں تم جاؤ۔ میری طبیعت خراب ہے۔ اور ٹہلتا رہا۔ پھر مجھے کہا۔ کہ دیکھو۔ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میں جس طرف جاتا ہوں

مرزا صاحب کی روح

سامنے آتی ہے۔ جو کہتی ہے۔ کہ مجھ پر الزام جھوٹا ہے۔ اور مرزا صاحب کو دیکھتے ہی مجھے یقین ہو گیا ہے۔ میں نے کہا۔ آپ سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس کو بلا کر مشورہ کر لیں۔ جو انگریز تھے۔ چنانچہ ان کو مشورہ کے لئے بلایا گیا۔ اور جب وہ آئے۔ تو ڈگلس صاحب نے ان سے کہا۔ کہ مجھے کچھ جنون سا ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ

مرزا صاحب بے گناہ ہیں

اب کیا کیا جائے۔ سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔ کہ گواہ کو عیسائیوں کے قبضہ سے نکال کر اس سے اصل حقیقت دریافت کرنی چاہیئے۔ ڈپٹی کمشنر نے اسی وقت حکم لکھا۔ کہ وعدہ معاف گواہ پولیس کے حوالہ کیا جائے چنانچہ اسے منگوا کر جب سپرنٹنڈنٹ صاحب نے دریافت کیا۔ تو پہلے تو اس نے وہی قصہ دہرا دیا جو اسے یاد کرایا گیا تھا۔ مگر جب اسے یقین دلایا گیا۔ کہ ڈرو نہیں اب تمہیں عیسائیوں کے حوالہ نہیں کیا جائے گا۔ تو وہ چیخ مار کر پاؤں پر گر پڑا۔ اور کہا کہ یہ

سب جھوٹ ہے

عیسائیوں نے قتل کی دھمکی دے کر مجھ سے یہ شہادت دلائی ہے ورنہ حضرت مرزا صاحب کے جن مریدوں کا ذکر گواہی میں ہے مجھے تو ان کے نام بھی یاد نہیں ہیں۔ وہ میری ہتھیلی پر لکھ کر مجھے عدالت میں بھیجتے ہیں۔ یہ سارا واقعہ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ڈپٹی کمشنر سے بیان کر دیا جس نے اگلی ہی پیشی میں

مقدمہ خارج

کر دیا۔ حالانکہ دعویٰ کرنے والوں میں بڑے بڑے پادری شامل تھے۔ ایک پادری وارث الدین تھے۔ جو عیسائیوں میں بہت معزز سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی نے ان کے نام پر ایک وارث ناؤ ٹگین پن ایجاد کیا۔ جسے ہمارے بعض مسلمان نوجوان بھی نہایت شوق سے خریدتے ہیں۔ بعض اس وجہ سے کہ وہ کچھ سستا ملتا ہے۔ ڈگلس صاحب نے مرزا صاحب کو یہ بھی کہا کہ آپ ان پر نالش کر سکتے ہیں۔ مگر آپ نے جواب دیا۔ کہ مجھے کسی پر مقدمہ کرنے کی ضرورت نہیں میرے لئے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے

عزت کے ساتھ بری

کر دیا۔ میں جب ولایت گیا۔ تو ڈگلس صاحب کو بھی ملاقات کے لئے بلایا۔ انہوں نے سنایا۔ کہ آج تک اس واقعہ کا مجھ پر اثر ہے۔ اور اب بھی اگر کوئی مجھے کہے۔ کہ تم نے ۲۵ سال تک ہندوستان میں زندگی بسر کی ہے۔

کوئی عجیب واقعہ

سناؤ۔ تو میں یہی سناتا ہوں۔ بلکہ کچھ عرصہ ہوا ضلع ہوشیارپور کے ایک ڈپٹی کمشنر صاحب رخصت پر یہاں آئے۔ جو مجھ سے ملنے کے لئے آئے اور کہا کہ کوئی

عجیب واقعہ

سناؤ۔ تو میں نے انہیں بھی یہی سنایا۔ اور کہا۔ کہ میں نے مرزا صاحب سے کہا تھا۔ کہ آپ پادری وارث الدین اور اس کے ساتھیوں پر نالش کر سکتے ہیں۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا عجیب بات ہے کہ عین اس وقت جب میں انہیں یہ بات سنا رہا تھا۔ نوکر نے

ایک ملاقاتی کا کارڈ

لا کر دیا۔ جو اسی پادری وارث الدین کا بیٹا تھا۔ میں نے اسے اندر بلایا۔ اور کہا کہ ہم بھی تمہارے والد کا ہی ذکر کر رہے تھے۔ اس نے ایک تار دکھایا کہ یہ ابھی آیا ہے۔ اور اس میں لکھا تھا کہ میرا والد فوت ہو گیا ہے۔ اب غور کرو۔ یہ کتنا

عظیم الشان نشان

ہے۔ اور انی مہین من اراد اہانتک وانی معین من اراد اعانتک۔ کا کیسا زبردست ثبوت ہے۔ (باقی)

قواعد و ضوابط آل انڈیا کشمیر ایسوسی ایشن

۱۲ اپریل کے اجلاس میں کشمیر ایسوسی ایشن کے حسب ذیل قواعد و ضوابط منظور کئے گئے

(۱) اس مجلس کا نام آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی بجائے آل انڈیا کشمیر ایسوسی ایشن ہوگا۔

(۲) اس کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہونگے۔

(الف) مسلمانان کشمیر کی موجودہ سیاسی جد و جہد میں ہر ممکن آئینی مدد کرنا۔

(ب) اس جد و جہد کی وجہ سے کشمیر کو جو دستور اساسی حاصل ہو۔ اس کے قیام و ارتقا میں جائز آئینی اعانت کرنا۔

(۳) اس کے ارکان حسب ذیل ہوں گے۔

(الف) یکم اپریل ۱۹۳۶ء تک جو نام آل انڈیا کشمیر کمیٹی دہلی کے رجسٹر میں درج ہیں وہ بدستور اس کے ارکان رہیں گے۔ بشرطیکہ وہ ممبری کی شرائط کو پورا کرتے رہیں۔

(ب) ہر بالغ مرد بشرطیکہ وہ طالب علم نہ ہو۔ اور ایسوسی ایشن کی کثرت رائے کو اس کے داخلہ پر کوئی اعتراض نہ ہو اور بذریعہ تحریر ایسوسی ایشن کے اغراض و مقاصد سے اظہار اتفاق کرے اس کا ممبر ہو سکیگا۔

(۴) (الف) سکرٹری کے لئے لازم ہوگا۔ کہ ان امیدواران رکنیت کی فہرست ایجنڈا کے ساتھ شامل کیا کرے۔

(ب) جن امیدواران رکنیت کی درخواستیں ایجنڈا اجاری ہونے سے تین دن پہلے تک سکرٹری کے دفتر میں پہنچ چکی ہوں ان کے لئے ضروری ہوگا۔ کہ سکرٹری ان کے نام رکنیت کی منظوری کے لئے ایجنڈا میں شامل کرے۔

(۵) رکنیت کا چندہ تین روپیہ سالانہ ہوگا۔ جو درخواست رکنیت کے ساتھ پیشگی ادا کرنا ضروری ہوگا۔ منظور شدہ ممبر کے لئے اختتام سال پر تین ماہ کے اندر اندر آئندہ سال کا چندہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔ عدم ادائیگی کی صورت میں اس مدت کے بعد وہ خود بخود رکنیت سے خارج سمجھا جائیگا۔

(۶) اس ایسوسی ایشن کے عہدیدار حسب ذیل ہونگے۔ صدر ایک۔ نائب صدر تین (جن میں سے ایک سینئر ہوگا) سکرٹری ایک۔ جائنٹ سکرٹری ایک۔ اسسٹنٹ سکرٹری ایک فنانشل سکرٹری ایک۔ آڈیٹر ایک۔

(۷) عہدہ داروں کا انتخاب سالانہ کثرت رائے سے ہوا کریگا۔ مگر دوران سال میں کسی عہدہ کے خالی ہونے کی صورت میں ایسوسی ایشن باقی میعاد کے لئے اسے پر کر سکے گی سابق عہدہ دار دوبارہ بھی منتخب ہو سکیں گے۔

(نوٹ) عہدہ داروں کا انتخاب اس صورت میں جائز سمجھا جائیگا۔ جبکہ ان کے انتخاب کا سوال ایجنڈا میں شامل ہوگا۔

(۸) ایسوسی ایشن کے اجلاس حسب ضرورت ہوا کریں گے

(۹) (الف) اجلاس کو مدعو کرنا سکرٹری کا کام ہوگا۔ جس کی عدم موجودگی میں جائنٹ سکرٹری اجلاس مدعو کرنے کا مجاز ہوگا۔ مگر یہ ضروری ہوگا۔ کہ سکرٹری تاریخ کا تعین کرنے سے پہلے صدر سے استمزاج کرے۔

(۱۰) (ب) اگر ایسوسی ایشن کے کم سے کم پانچ ممبر متفقہ طور پر سکرٹری سے اجلاس کے مدعو کرنے کی تحریک کریں۔ تو سکرٹری کا فرض ہوگا۔ کہ اجلاس کے لئے ایجنڈا جاری کرے اگر اس تحریک کے سات دن تک ایجنڈا جاری نہ ہو۔ تو تحریک کرنے والے ممبروں کو اختیار ہوگا۔ کہ وہ اپنے دستخطوں سے اجلاس کے لئے نوٹس جاری کریں۔

(۱۰) (الف) صاحب صدر کی عدم موجودگی میں سینئر وائس پریذیڈنٹ صدارت کے فرائض انجام دے گا۔

(ب) سینئر یا دوسرے نائب صدروں کی موجودگی میں ایسوسی ایشن کے حاضر الوقت ممبر اپنے میں سے اس اجلاس کے لئے کثرت رائے سے کسی کو پریذیڈنٹ منتخب کر سکیں گے۔

(۱۱) کسی عہدہ دار کے کسی وجہ سے کام نہ کر سکنے کی صورت میں صاحب صدر کو تا انعقاد اجلاس عارضی طور پر اس جگہ کو پر کرنے کا حق ہوگا۔

(۱۲) ایسوسی ایشن کا باقاعدہ آڈٹ شدہ حساب ہر چھ ماہ کے بعد شائع ہوا کرے گا۔

(سکرٹری آل انڈیا کشمیر ایسوسی ایشن لاہور۔)

ملازمتوں کے متعلق ضروری اعلان

الفضل مجریہ ۲۷ مارچ ۱۹۳۶ء میں جو اعلان "ضرورت" کے عنوان سے چھپا تھا۔ اس میں اس قدر تصحیح کی ضرورت ہے۔ کہ امیدوار ایم۔ اے یا بی۔ اے ہوں۔ اس کے علاوہ بی۔ کام پاس ہوں۔ اور انڈین سول سروس یا کسی ایسے ہی مقابلہ کے امتحان میں بیٹھ چکے ہوں۔ اگر ان کو نوکر رکھ لیا جائے۔ تو ۱۸ ماہ کے اندر ان کو ایک محکمانہ امتحان پاس کرنا ہوگا۔ اس کے بعد جو اسامی ان کو مل سکتی ہے۔ اس کی موجودہ تنخواہ ۵۰۰-۲۰-۲۰۰ ہے۔ جو ممکن ہے ریویژن میں کچھ کم کر دی جائے۔

اس کے علاوہ لائق گریجویٹ بھی درخواستیں بھیج دیں۔ تا کہ ان کی درخواستوں کو جمع کر کے ایک ایسے صیغہ میں بھیجا جائے جس میں مسلمانوں کو ملازم رکھنے کا خاص طور پر خیال پیدا کیا جا چکا ہے۔

کشمیر کی مجوزہ اسمبلی کے متعلق مہاراجہ بہادر کا اعلان

مہاراجہ اور اسمبلی کے اختیارات

کشمیر کی مجوزہ لیجسلیٹو اسمبلی کے آئینی اختیارات کے متعلق ریگولیشن جس کا مدت سے انتظار تھا، شائع ہو گیا ہے اس کا نام جموں و کشمیر ریگولیشن ۱ سنہ ۱۹۹۱ رکھا گیا ہے۔ یہ ریگولیشن مہاراجہ سر ہری سنگھ بہادر کے دستخطوں سے شائع کیا گیا ہے جس کے دیباچہ میں مہاراجہ صاحب فرماتے ہیں۔ میرا ارادہ تھا۔ کہ اپنی رعایا کو ریاست کی قانون سازی اور نظم و نسق میں اپنا رفیق کار بناؤں۔ اسی لئے میں یہ اعلان شائع کرتا ہوں

تمام اختیارات۔ قانون سازی۔ انتظامیہ اور جوڈیشل متعلق ریاست اور گورنمنٹ جو اس وقت تک وراثت میں مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر کو حاصل ہیں۔ اس اعلان کی رو سے بھی ہز ہائی نس کے پاس ہی رہیں گے۔ اور کوئی ریگولیشن ان کے اختیارات متعلقہ ترحم خسروانہ اور آرڈی ننسوں کے نفاذ یا دیگر ضروری احکام کے اجرا میں مانع نہیں ہوگا۔

گورنمنٹ کا نظام ہز ہائی نس کے نام پر چلایا جائیگا۔ اور تمام اختیارات اس ریگولیشن کے ماتحت ہز ہائی نس کے قبضہ میں رہیں گے۔ یا ان کا استعمال مہاراجہ کے نام پر کیا جائیگا۔

وزارت کی تشکیل

ریاست کے وزرا کی کونسل پرائم منسٹر اور دیگر ایسے وزرا پر مشتمل ہوگی جنہیں مہاراجہ بہادر نامزد کریں وزیر اعظم اس کونسل کے صدر ہونگے۔ اور باقی وزرا مہاراجہ کی خواہش کے مطابق عہدوں پر متمکن کئے جائیں گے۔

کونسل کے اختیارات

اس کونسل کے پاس ریاست کی تمام انتظامیہ باگ ڈور ہوگی۔ اور امور سلطنت میں بھی اس کونسل کو اختیارات دئے جائیں گے۔ جو کہ ہز ہائی نس کے ان اختیارات کے ساتھ مشروط ہونگے۔ کہ انہیں وراثت میں قواعد اور احکام کے اجرا کے متعلق حاصل ہیں۔ نیز دفعہ ۴ کے ماتحت خاص اختیارات جو مہاراجہ بہادر کے قبضہ میں ہیں۔ انہی کے پاس رہیں گے۔ اور مہاراجہ بہادر کو اختیار ہوگا۔ کہ وہ وزیروں کے شعبہ جات کا تعین کریں

محکمہ جات غیر منتقلہ

مندرجہ ذیل شعبہ جات اس کونسل کے حدود اختیارات سے باہر ہونگے۔ اور کونسل یا اسمبلی کو ان میں دست اندازی یا مداخلت کا اختیار نہیں ہوگا۔

(ا) مہاراجہ بہادر کی ذات یا شاہی خاندان کے متعلقہ امور یا ان کے گھریلو انتظامات

(ب) گورنمنٹ ہند۔ ہز مجسٹی ملک معظم شہنشاہ ہند یا دیگر ریاستوں کے ساتھ ریاست کے تعلقات۔ معاہدے روایات یا قرارنامے جو اس وقت ہیں یا آئندہ کئے جائیں۔

(ج) گلگت اور لداخ کی سرحدوں کے متعلق معاملات

(د) جاگیرداروں اور علاقہ داروں کے متعلقہ معاملات جو انہیں بروئے اسناد حاصل ہیں۔

(ر) ریاستی فوج کا انتظام۔ ضابطہ اور کنٹرول

(س) وہ تمام محکمہ جات جو اس وقت مہاراجہ بہادر کے پرائیویٹ وزیر کے ماتحت ہیں

(ص) دھرم ارتھ کا محکمہ

(ط) ریگولیشن اور قواعد سے متعلقہ تبدیلیاں جو وقتاً فوقتاً عمل میں لائی جائیں۔ اور اختیارات تنسیخ۔

وزارت کے اختیارات

کونسل ہز ہائی نس کی منظوری کے بعد ریگولیشن کی دفعات کے ماتحت انتظامیہ امور چلانے کے لئے قواعد وضع کر سکتی ہے اور مہاراجہ کی کسی معاملہ میں ہدایات کی عدم موجودگی میں کونسل کسی شعبہ کے متعلقہ وزیر کو خاص اختیارات تفویض کر سکتی ہے۔ تمام قواعد اور احکام جو اس ریگولیشن کے نفاذ سے پہلے رائج ہیں۔ برقرار رہیں گے۔ سوائے ان کے جو اس ریگولیشن کے ذریعہ منسوخ کئے جا سکیں۔ ریاست کی مجالس آئین ساز ایک کونسل اور ایک اسمبلی پر مشتمل ہوں گی۔ اور سوائے ان امور کے جو اس ریگولیشن سے مستثنیٰ کر دئے گئے ہیں۔ کوئی ایسا پاس شدہ تصور نہیں کیا جائے گا۔ جو کونسل یا اسمبلی سے منظور ہو کر ہز ہائی نس سے تصدیق نہ ہو چکا ہو۔ کونسل اس ریگولیشن کے ذریعہ پبلک قرضہ سرکاری محاصل یا ٹیکسوں کا تعین اجرا یا تنسیخ کے سلسلہ میں قواعد وضع کرنے کی مجاز ہوگی۔

ہنگامی اختیارات

اس ریگولیشن میں مندرجہ قواعد کے علاوہ کونسل کو حق ہوگا کہ خاص حالات میں اگر ریاست کے قیام امن کے لئے کسی ہنگامی قانون کی ضرورت محسوس کرے۔ تو وہ آرڈیننس کا مسودہ تیار کر کے ہز ہائی نس کے حضور میں پیش کر دے۔ ہز ہائی نس کی منظوری کے بعد اسے قانونی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔ اور ایسا ہنگامی قانون تاریخ اجرا سے ۶ ماہ تک نافذ رہیگا۔

اسمبلی کے اختیارات

ریگولیشن میں مندرجہ قواعد کی روشنی میں اسمبلی کو اختیار ہوگا۔ کہ رعایا کے تمام افراد ریاست کی تمام عدالتوں اور دیگر امور کے متعلق قواعد وضع کرے۔ اسمبلی ریگولیشن کے ماتحت نامزد اور منتخب ممبران پر مشتمل ہوگی۔ نامزد ممبران کی تعداد ۳۳ ہوگی۔ ان میں ریاست کے وزرا ہونگے اور ہز ہائی نس کے علیحدہ ۱۶ کونسلر ہونگے۔ اس کے علاوہ ۱۴ نامزد ممبر ہونگے جو مختلف جماعتوں کے لئے جائیں گے۔ ایسے نامزد ممبران جو عہدہ کے اعتبار سے اسمبلی کے ممبر تصور کئے جائیں۔ ان کی تعداد ۱۲ سے زیادہ نہ ہوگی۔ ان میں وزرا بھی شامل ہونگے منتخب ممبران کی تعداد ۳۳ ہوگی۔ وہ جموں و کشمیر میں مقررہ حلقہ انتخاب سے منتخب کئے جائیں گے۔ اور ان فرقوں سے لئے جائیں گے۔ جن کا اندراج انتخابی فہرستوں میں موجود ہو۔

ہر ایک اسمبلی اپنے پہلے اجلاس سے ۳ سال تک رہیگی سوائے اس کے کہ

(ا) مہاراجہ بہادر اسے قبل از وقت توڑ نہ دیں۔

(ب) اگر مہاراجہ بہادر خاص حالات کے زیر اثر اس کی میعاد میں توسیع کر دیں۔

(ج) اسمبلی توڑے جانے کی صورت میں مہاراجہ بہادر آئندہ اسمبلی کے انتخاب کی تاریخ کا اعلان کر دیں گے۔ جو ۶ ماہ کے اندر اندر ہوگی۔ زیادہ نہ ہوگی۔

اسمبلی کے اجلاس جہاں تک ممکن ہو۔ سال میں دو دفعہ ہوا کریں گے۔ ایک دفعہ سری نگر میں ماہ اکتوبر میں اور ایک بار جموں میں ماہ مارچ میں۔

ممبروں کے متعلق

اگر کوئی ممبر کسی ایسے جرم میں سزایاب ہو۔ جس کی سزا ۶ ماہ یا اس سے زیادہ ہو۔ تو اس کی نشست خود بخود خالی ہو جائے گی۔ یا اگر وہ ریاست کے کسی مجسٹریٹ کونسل یا مہاراجہ بہادر کے حکم سے نظر بند یا ریاست بدر کر دیا جائے۔ تو بھی اسے ممبری سے برطرف قرار دیا جائے گا۔

اسمبلی کو ہرگز یہ اختیار نہیں ہوگا۔ کہ وہ کسی کمیونٹی کے حقوق یا آزادی پر تصرف کے لئے کوئی آئین وضع کر سکے۔

کوئی ایسا قانون جس کا اثر کسی مذہب کے حقوق ۔عقاید۔روایات یا تمدن پر ہو سکتا ہو۔ اسمبلی میں معرض بحث نہیں لایا جا سکے گا۔ تاوقتیکہ متعلقہ مذہب یا فرقہ کے ممبروں کی دو تہائی اکثریت اس کی تحریری تصدیق نہ کرے ۔ پیش کئے جانے سے پیشتر مہاراجہ بہادر کی منظوری نہ حاصل کر لی جائے ۔

اسمبلی پر پابندی

اگر کوئی بل پیش کیا جائے ۔یا اس کے پیش کرنے کا ارادہ ہو۔یا اس کے سلسلہ میں کسی ترمیم کی تحریک کی گئی ہو یا تحریک کا نوٹس دیا گیا ہو۔ یا کوئی سوال دریافت کیا گیا ہو۔ تو مہاراجہ بہادر کو یہ اختیار ہوگا۔کہ وہ اس بل کو مکمل یا جزوی طور پر یا سوال کو یا ریزولیوشن کو جو مہاراجہ کی دانست میں مفاد عامہ یا ریاست کے نظم و نسق کے لئے مضرت رساں ہو۔ روک دیں۔ اور اسمبلی کو ہدایت کر دیں۔ کہ اس ریزولیوشن ترمیم بل یا سوال کے متعلق کوئی کارروائی نہ کی جائے ۔اور اسمبلی اس پر رائے زنی کی مجاز نہ ہوگی۔ کوئی آئین اس وقت تک پاس شدہ تصور نہیں کیا جائیگا ۔ جب تک اسمبلی سے پاس ہونے کے بعد اس پر مہاراجہ کی مہر تصدیق ثبت نہ ہو جائے اگر اسمبلی کسی بل یا آئین کو کونسل کی خواہش کے مطابق پیش کرنے کی اجازت نہ دے یا اسے پاس کرنے سے انکار کر دے۔ اور مہاراجہ بہادر محسوس کریں۔ کہ وہ آئین باقاعدہ ریاستی نظم و نسق کی بہتری امن عامہ کے تحفظ اور پبلک مفاد کے لئے ضروری ہے۔ تو مہاراجہ بہادر اس کی منظوری کا اعلان کر سکیں گے ۔مسودہ قانون اسمبلی سے پاس شدہ تصور کیا جائیگا۔ مخصوص قواعد اور سٹینڈنگ آرڈر کے علاوہ اسمبلی کے ممبران کو اسمبلی کے اجلاس میں تقریر کی پوری آزادی ہوگی اور کوئی شخص اسمبلی میں تقریر یا ووٹ کی بنا پر قابل تعزیر نہیں گردانا جائے گا۔

ریاست کونسل کا بجٹ

کونسل اسمبلی کے روبرو ریاست کے مالیات اخراجات دیوانی و فوجداری عدالتوں کے متعلق ہر سال میزانیہ پیش کیا کرے گی جو اکتوبر کے اجلاس کے پہلے روز پیش کیا کرے گی ۔ اور اگر اکتوبر میں اجلاس نہ ہو سکے۔ تو اس کے بعد جو اجلاس منعقد ہو۔ اس میں پیش ہو۔ اسمبلی کا پریذیڈنٹ ممبران کو بجٹ تاریخ بحث سے ایک ہفتہ پہلے مہیا کرے گا ۔اس اثنا میں آئین و قوانین حدود کے اندر رہ کر اسمبلی کا کوئی ممبر ریونیو یا اخراجات کے سلسلے میں سوالات ۔ یا اگر کوئی تحریک ہو۔ تو اس کا نوٹس دے سکیگا ۔اگر ایسے ریزولیوشن کو اسمبلی کی اکثریت کی حمایت حاصل [4]

[4] ہو جائے۔ تو بجٹ پیش ہونے سے پیشتر اسمبلی کا پریذیڈنٹ اس ریزولیوشن کے سلسلے میں طریق کار کا اعلان کر دیگا۔

ٹیکس

اگر کوئی نیا ٹیکس یا ڈیوٹی عائد کی جانی ہو۔ یا پہلے ٹیکسوں کی شرح میں کوئی ترمیم مقصود ہو۔ تو پریذیڈنٹ ایسے حکم یا آرڈیننس کی نقل قبل از وقت ہر ایک ممبر کو مہیا کرے گا۔ اور ایک یا اس سے زیادہ دن بحث کے لئے مقرر کر دئے جائیں گے ۔اس وقت ممبران کو حق ہوگا۔ کہ وہ اس سلسلے میں سوال دریافت کریں۔ یا اگر ضرورت محسوس کریں۔ تو کوئی ریزولیوشن پیش کر دیں۔ اگر ان میں سے کسی کو اسمبلی کی اکثریت حاصل ہو جائے تو اس کے متعلق ضروری کارروائی کی جائے گی۔ ریونیو ایسے معاملات کے متعلق جن کا تعلق روپیہ کے ساتھ ہو۔ کوئی ریزولیوشن پیش نہیں کیا جائے گا۔ تاوقتیکہ اس کے متعلق کونسل کی سفارش نہ ہو۔ کوئی ممبر اس امر کا مجاز نہ ہوگا ۔کہ کونسل کی منظوری کے بغیر کوئی ایسا مسودہ قانون پیش کر سکے۔ جس کا تعلق ریاست کے ریونیو یا پبلک محاصل کے ساتھ ہو۔

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

ماسکو سے ۱۸ اپریل کی اطلاع ہے۔کہ ۱۰ سے ۱۲ اپریل تک روس کے مختلف جیلوں سے ۱۲ سو سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا گیا ہے۔ رہائی کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ قیدیوں نے سوویٹ پالیسی کے ماتحت رہنے پر رضامندی کا اظہار کیا ہے۔

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے جنرل سکرٹری ڈاکٹر سید محمود نے ۱۹ اپریل کو رانچی سے ایک بیان دیتے ہوئے کہا۔ کہ صرف ورکنگ کمیٹی کا اجلاس یکم مئی کو رانچی میں منعقد ہوگا۔ اور اس میں وہی لوگ شریک ہو سکیں گے جو یا تو اس کے رکن ہیں۔ یا ان کے نام دعوت نامے جاری ہو چکے ہیں۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا رانچی میں سر دست کوئی اجلاس منعقد نہیں ہوگا۔

کلکتہ میں ۱۹ اپریل کو صبح کاذب کے وقت دریائے گنگا میں اشنان کرنے والوں نے آسمان پر مشرق سے مغرب کی طرف کو ٹوٹتا ہوا ایک ستارہ دیکھا جو دور تک ٹوٹتا ہوا چلا گیا۔ اس ستارے سے نہایت تیز روشنی پیدا ہوئی۔ جو قریبا دس سیکنڈ تک قائم رہی ۔ستارہ کے ٹوٹنے کے بعد صوبہ کے متعدد اضلاع میں بجلی گرنے سے فصلوں کا خاصہ اتلاف ہوا۔ اور دیگر مالی نقصانات بھی ہوئے۔

جاپان کے دفتر امور خارجہ نے ٹوکیو سے ۱۸ اپریل کی اطلاع کے مطابق ایک اعلان کے ذریعہ دنیا کے تمام ممالک کو متنبہ کیا ہے۔کہ وہ چین کے معاملات میں دخل نہ دیں۔ اور یہ کہ وہ ممالک جو چین کو فوجی مدد دے کر یا قرض دے کر مشرق کی پُرامن فضا کو مکدر کرنے کی کوشش کریں گے جاپان انہیں دعوت مبارزت دینے پر مجبور ہو جائیگا ۔

نیشکر کی قیمت مقرر کرنے کا بل ۱۹ اپریل کو اسمبلی میں پیش ہوا۔ جو ارکان اسمبلی کی متفقہ تائید سے منظور ہو گیا۔

نئی دہلی سے ۱۹ اپریل کی اطلاع ہے۔کہ ہندوستانی اور جاپانی معاہدہ تجارت کا اصلی مسودہ تیار کرنے کے سلسلہ میں جو گفت و شنید ہو رہی تھی وہ ختم ہو گئی ہے۔ اور تجارتی معاہدہ پر فریقین کے دستخط ہو گئے ہیں۔ حساب لگایا گیا ہے کہ سات ماہ کے قیام ہند کے دوران میں دونوں سرکاری تجارتی وفود نے بارہ لاکھ روپیہ خرچ کیا ہے۔ سفر کا کرایہ اس کے ماسوا ہے۔

گاندھی جی سے ۱۸ اپریل کو سٹیٹسمین کے نمائندہ نے جورہٹ (آسام) میں دریافت کیا۔ کہ کیا سول نافرمانی کا تعطل محض عارضی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ کب مجھے آتما کی یہ آواز سنائی دے۔ کہ میں اپنے ساتھی کارکنوں کو جدوجہد کے دوبارہ شروع کرنے کے لئے کہوں۔ البتہ ملک کے موجودہ غیر معمولی حالات میں میرے لئے سب سے زیادہ دانشمندانہ بات یہی تھی۔ کہ میں کانگریسیوں کو مشورہ دوں۔ کہ وہ سول نافرمانی معطل کر دیں اور اسے صرف مجھ تک ہی محدود رکھیں۔

پاؤنیر الہ آباد ۲۱ اپریل میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ضلع گورکھپور کے ایک گاؤں کے دو ایکڑ رقبہ جات میں رات کو بارش ہوئی ۔صبح ہونے پہ دیکھا گیا۔ تو تمام زمین خون سے سرخ ہو رہی تھی ۔ایک مقامی سب انسپکٹر پولیس ۔ اور پٹواری نے اس واقعہ کی تصدیق کی ہے خون آلود زمین کی مٹی معائنہ کے لئے کیمیکل اگزامینر کے پاس بھیج دی گئی ہے۔

اسمبلی کو توڑنے یا اس کی میعاد میں توسیع کرنے کے متعلق ۲۱ اپریل کو صدر اسمبلی نے اعلان کیا ۔کہ گورنر جنرل کو افسوس ہے۔ وہ ابھی اس پوزیشن میں نہیں۔ کہ اسمبلی کو توڑنے کے سوال کے متعلق اعلان کر سکیں۔ توقع ہے۔ کہ اس ماہ کے خاتمہ سے پہلے فیصلہ ہو جائیگا

پنجاب یونیورسٹی کے امتحان میٹرکولیشن کے نتائج لاہور کی ایک اطلاع کے مطابق ۲ مئی کو نکلیں گے۔

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی